اہل سنت کا دینی علمی روحانی ترجمان



ماہنامہ

الغوث

فروری 2026

مدیر اعلیٰ

مفتی سید شہباز اصدق غوثی

خانقاہ غوثیہ شہودیہ اصدقیہ

سہسرام روہتاس بہار الہند

زیر سرپرستی: وارث مسند غوثیہ سید شاہ عارفین اصدق غوثی شہودی چشتی قادری صاحب

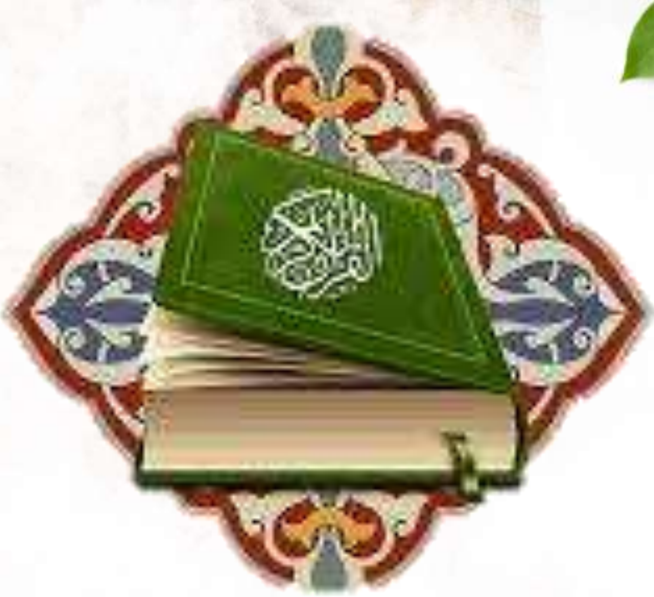
اہل سنت کا دینی علمی روحانی ترجمان

ماہنامہ

الغوث

شعبان المعظم ۱۴۴۷ھ

فروری 2026



مدیر اعلیٰ

مفتی سید شہباز اصدق غوثی

خانقاہ غوثیہ شہودیہ اصدقیہ سہسرام روہتاس بہار الہند

مشمولات

تزئین وترتیب
الحمد گرافکس

نوٹ: مضمون نگار اپنے قیمتی مضامین ہمیں درج ذیل واٹس ایپ نمبر یا ای میل پر ارسال کریں۔

ssasdaque@gmail.com   +27838463037

ماہنامہ
الغوث

جلد:1، شمارہ:2۔ فروری 2026
شعبان المعظم ۱۴۴۷ھ

مدیر اعلیٰ:
مفتی سید شہباز اصدق
+27838463037

معاونین
مولانا تبارک حسین امجدی
مفتی سبحان رضا امجدی

رفقائے ادارہ
حضرت علامہ
سید محمد علیم الدین اصدق مصباحی صاحب
(ساؤتھ افریقہ)
حضرت علامہ افتخار احمد قادر مدنی صاحب
(مدینہ منورہ)
حضرت پروفیسر سید شہما نجیب گیلانی صاحب
(انڈیا)

ناشر
خانقاہ غوثیہ اصدقیہ، سہسرام، روہتاس بہار
09097467826

ای میل
ssasdaque@gmail.com

نوٹ
اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے ادارہ اور ایڈیٹر کا متفق ہونا ضروری نہیں

احباب خانقاہ کے نمبر پر رابطہ کر کے ہر ماہ رسالہ مفت حاصل کریں۔

گزارش
علم دوست حضرات Rs786 کے ذریعہ اعزازی ممبری فیس قبول کر کے اس علمی کام میں ادارہ کی مدد کر سکتے ہیں

بفیض روحانی

قطب ربانی محبوب سبحانی غوث صمدانی سلطان العارفین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فانی فی الذات و باقی بالصفات واقف رموز الا اللہ مظہر اسرار قل ہو اللہ عارف باللہ حضور شہود ثانی سید شاہ خواجہ غلام غوث شہودی اصدقی الصادقی الچشتی القادری قدس سرہ العزیز

1447 — 2026

دعاء افطار
اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

نیت روزہ
نَوَيْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ هٰذَا

مرکز علم و ادب

مدرسہ غوثیہ گلزار اصدق

خانقاہ غوثیہ محلہ، شیر گنج، سہسرام، روہتاس، بہار

نقشہ اوقات سحر و افطار رمضان المبارک
برائے سہسرام و مضافات

IFTAR	تاریخ	DAYS	رمضان	SEHRI
5:49	19	جمعرات	۱	5:11
5:50	20	جمعہ	۲	5:10
5:50	21	سنیچر	۳	5:09
5:51	22	اتوار	۴	5:08
5:51	23	پیر	۵	5:07
5:52	24	منگل	۶	5:06
5:52	25	بدھ	۷	5:05
5:53	26	جمعرات	۸	5:04
5:54	27	جمعہ	۹	5:03
5:54	28	سنیچر	۱۰	5:02
5:55	1	اتوار	۱۱	5:01
5:55	2	پیر	۱۲	5:00
5:56	3	منگل	۱۳	4:59
5:56	4	بدھ	۱۴	4:58
5:57	5	جمعرات	۱۵	4:57

IFTAR	تاریخ	DAYS	رمضان	SEHRI
5:57	6	جمعہ	۱۶	4:56
5:58	7	سنیچر	۱۷	4:55
5:58	8	اتوار	۱۸	4:54
5:59	9	پیر	۱۹	4:53
5:59	10	منگل	۲۰	4:52
6:00	11	بدھ	۲۱	4:51
6:00	12	جمعرات	۲۲	4:50
6:01	13	جمعہ	۲۳	4:49
6:01	14	سنیچر	۲۴	4:48
6:02	15	اتوار	۲۵	4:47
6:02	16	پیر	۲۶	4:46
6:03	17	منگل	۲۷	4:45
6:03	18	بدھ	۲۸	4:44
6:04	19	جمعرات	۲۹	4:43
6:04	20	جمعہ	۳۰	4:42

MADRASA GHOUSIA GULZAR-E-ASDAQUE, KHANQUAH-E-GHAUSIA, MOH. SHERGANJ, SAHSARAM, ROHTAS (BIHAR) INDIA

فضائل و مسائل رمضان المبارک

فضیلت رمضان رمضان کا مہینہ وہ عظمت والا مہینہ ہے جس کی ابتداء میں رحمت درمیان میں مغفرت اور آخر میں دوزخ سے نجات ہے۔ یہ مہینہ وہ عزت و عظمت والا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ یعنی قرآن پاک رمضان المبارک کے مہینے میں نازل ہوا ایمان والوں پر بے شمار برکات کا ظہور ہوتا ہے اس لئے کہ یہ مہینہ خیر و برکت کا مہینہ ہے اس ماہ مقدس کو باقی مہینوں پر اس کے دنوں کو باقی دنوں پر اس کی راتوں کو دوسری راتوں پر برتری حاصل ہے۔

روزے کی حقیقت دل، ہاتھ، پاؤں، کان، زبان سب کا روزہ ہوتا ہے اور ماہ رمضان میں گناہوں سے دور رہ کر کھانے پینے اور جماع سے دور رہنا حقیقی روزہ کہلاتا ہے۔

تراویح تراویح کی بیس رکعتیں ہر رات پڑھنا سنت مؤکدہ ہیں اس پر اجماع ہے۔ تراویح مسجد میں پڑھنا افضل ہے اس میں ایک ختم قرآن پاک سنت مؤکدہ ہے۔ ہر چار رکعت کے بعد بیٹھنا مستحب ہے۔ اس حالت میں اختیار ہے کہ ذکر کرے یا تسبیح پڑھے: سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

زکوٰۃ زکوٰۃ دینا ہر صاحب نصاب پر فرض ہے۔ جن کے پاس ساڑھے باون (52.5) تولہ چاندی یا ساڑھے سات (7.5) تولہ سونا یا اتنی ہی مالیت کا مالک ہو اور اس مال پر سال گزر گیا ہو۔ اسکا انکار کرنے والا کافر اور نہ دینے والا گنہگار ہے۔ مال کی مقدار کا چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی (2.5) فیصد ادا کیا جائے گا۔

فضائل و مسائل رمضان المبارک

چاند کا ثبوت چاند کا ثبوت رویت یا شہادت سے ہوتا ہے۔ تار، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، ریڈیو اور اخبارات کا کوئی اعتبار نہیں کہ یہ رویت ہیں نہ شرعی شہادت۔
مکروہات روزہ: جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوج دینا، تمام دن ناپاک رہنا، فضول بکنا، جوا، تاش، شطرنج اور ناجائز کھیل کھیلنا، بلا عذر کسی چیز کو چکھنے یا چبانے وغیرہ سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ روزہ دار کو چاہیے کہ مکر و ریا سے پرہیز کرے اور عبادت الٰہی میں مشغول مصروف رہے۔

اعتکاف جس نے ماہ رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف کر لیا وہ ایسا ہے کہ جیسے دو حج اور دو عمرہ کر لئے۔ اکیسویں رات سے چاند رات تک کا اعتکاف سنت کفایہ ہے۔

صدقہ فطر کا بیان صدقہ فطر ہر صاحب پر اپنی اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے دینا واجب ہے۔ صدقہ فطر رمضان میں ادا کرنا جائز اور عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا بہتر ہے۔ صدقہ فطر کی مقدار دو کیلو ۷ ۴ گرام گیہوں یا اس کی قیمت ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بندہ کا روزہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتا ہے جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے (ابن عساکر)

ترکیب نماز عید الفطر نیت کی میں نے اللہ کے لئے دو رکعت نماز عید الفطر کی واجب چھ زائد تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے۔ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف نیت کے بعد اللہ اکبر کہ کر ہاتھ باندھ لے، اور ثناء پڑھے اور پھر تین تکبیریں کہے۔ پہلی اور دوسری تکبیروں میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دے اور تیسری تکبیر میں ہاتھ باندھ لے۔ امام قرأت کرے مقتدی خاموش ہو کر سنیں، قرأت سے فارغ ہو کر رکوع و سجود کریں۔ دوسری رکعت میں قرأت کے بعد پھر تین تکبیریں یکے بعد دیگر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دے اور چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع کریں اور نماز حسب قاعدہ پوری کریں۔ بعد نماز امام خطبہ پڑھے اور مقتدی خاموشی سے سنیں اور بعدہٗ دعا، مصافحہ و معانقہ کریں۔

خوشخبری — آن لائن عالمہ کورس

اَلْمَعْهَدُ الْغَوْثِيُّ لِلْبَنَاتِ

ADMISSION OPEN

GHAUSI GIRLS INSTITUTE

زیر سرپرستی: پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ عارفین اصدق غوثی شہودی صاحب

قوم کی بیٹیوں کو دینی علوم سے آراستہ کرنے اور انہیں اپنے گھروں میں بیٹھے عالمہ اور فاضلہ بننے کا موقع فراہم کرنے کے لیے خانقاہ غوثیہ اصدقیہ سہسرام کی جانب سے اَلْمَعْهَدُ الْغَوْثِيُّ لِلْبَنَاتِ کا قیام عمل میں آیا ہے۔

یہ ادارہ گذشتہ دو سال سے فقیہِ عصر حضرت مولانا مفتی سید شہباز اصدق غوثی صاحب کی قیادت اور نگرانی میں کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس وقت ملک کے مختلف علاقوں سے طالبات زیرِ تعلیم ہیں۔

ادارے کا آن لائن عالمہ کورس چار سال پر مشتمل ہے، جس میں باصلاحیت اساتذہ اور عالمات کی نگرانی کے ساتھ ساتھ براہ راست مفتی صاحب کی رہنمائی بھی شامل ہے۔ چار سال کی تکمیل پر امتحان میں کامیاب ہونے والی طالبات کو آف لائن سند عالمیت اور ردائے فضیلت سے بھی نوازا جائے گا۔

کلاسز صاف ستھری کلین آواز میں ہوتی ہے۔

سال میں دو بار امتحان مع رپورٹ کا اہتمام ہے جبکہ ہفتہ وار اسائن منٹس اور ماہانہ ٹیسٹ کا بھی نظم ہے۔

2026-27 کے لئے داخلے جاری ہیں

خواہش مند خواتین جلد از جلد رابطہ کریں اور گھر بیٹھے عالمہ بننے کے اپنے خواب کو حقیقت میں بدلیں۔

رابطہ برائے خواتین: +916201474145
آفس انچارج: +919661300865

منجانب: المعہد الغوثی للبنات (خانقاہ غوثیہ اصدقیہ سہسرام) روہتاس، بہار

تعاون کی گذارش برادران اسلامیہ! مدرسہ غوثیہ گلزار اصدق آپ کا محبوب ادارہ ہے۔ یہاں نونہالان اسلام کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام ہے۔ ہر سال طلباء کرام حفظ قرآن مجید مکمل کر کے اس ادارہ سے فارغ ہو رہے ہیں اور قرآن مجید کی بیش بہا خدمات انجام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ لہٰذا اہل خیر حضرات سے گزارش ہے کہ علم دین کے فروغ و بقاء کے لئے رمضان المبارک کے پر بہار موقع پر مدرسہ ہٰذا کو زیادہ سے زیادہ تعاون عطا فرما کر عنداللہ ماجور اور ہمیں شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔
گوارہ بنا کہ آواز خیر دی ہم نے، یہ اختیار ہے لبیک تم کہو نہ کہو — مفتی سید شہباز اصدق چشتی ناظم تعلیمات مدرسہ غوثیہ گلزار اصدق

داخلہ اعلان درجۂ حفظ و قرأت میں داخلہ کے خواہشمند طلبہ ۱۰ شوال المکرم تک مدرسہ میں حاضر ہو جائیں۔ داخلہ ٹیسٹ کے بعد ہوگا۔

Calendar 2026

JANUARY-2026 (1)

DAY					
SUN	4	11	18	25	
MON	5	12	19	26	
TUE	6	13	20	27	
WED	7	14	21	28	
THU	1	8	15	22	29
FRI	2	9	16	23	30
SAT	3	10	17	24	31

FEBRUAY-2026 (2)

DAY				
SUN	1	8	15	22
MON	2	9	16	23
TUE	3	10	17	24
WED	4	11	18	25
THU	5	12	19	26
FRI	6	13	20	27
SAT	7	14	21	28

MARCH-2026 (3)

DAY					
SUN	1	8	15	22	29
MON	2	9	16	23	30
TUE	3	10	17	24	31
WED	4	11	18	25	
THU	5	12	19	26	
FRI	6	13	20	27	
SAT	7	14	21	28	

APRIL-2026 (4)

DAY					
SUN		5	12	19	26
MON		6	13	20	27
TUE		7	14	21	28
WED	1	8	15	22	29
THU	2	9	16	23	30
FRI	3	10	17	24	
SAT	4	11	18	25	

MAY-2026 (5)

DAY					
SUN	31	3	10	17	24
MON		4	11	18	25
TUE		5	12	19	26
WED		6	13	20	27
THU		7	14	21	28
FRI	1	8	15	22	29
SAT	2	9	16	23	30

JUNE-2026 (6)

DAY					
SUN		7	14	21	28
MON	1	8	15	22	29
TUE	2	9	16	23	30
WED	3	10	17	24	
THU	4	11	18	25	
FRI	5	12	19	26	
SAT	6	13	20	27	

JULY-2026 (7)

DAY					
SUN		5	12	19	26
MON		6	13	20	27
TUE		7	14	21	28
WED	1	8	15	22	29
THU	2	9	16	23	30
FRI	3	10	17	24	31
SAT	4	11	18	25	

AUGUST-2026 (8)

DAY					
SUN	30	2	9	16	23
MON	31	3	10	17	24
TUE		4	11	18	25
WED		5	12	19	26
THU		6	13	20	27
FRI		7	14	21	28
SAT	1	8	15	22	29

SEPTEMBER-2026 (9)

DAY					
SUN		6	13	20	27
MON		7	14	21	28
TUE	1	8	15	22	29
WED	2	9	16	23	30
THU	3	10	17	24	
FRI	4	11	18	25	
SAT	5	12	19	26	

OCTOBER-2026 (10)

DAY					
SUN		4	11	18	25
MON		5	12	19	26
TUE		6	13	20	27
WED		7	14	21	28
THU	1	8	15	22	29
FRI	2	9	16	23	30
SAT	3	10	17	24	31

NOVEMBER-2026 (11)

DAY					
SUN	1	8	15	22	29
MON	2	9	16	23	30
TUE	3	10	17	24	
WED	4	11	18	25	
THU	5	12	19	26	
FRI	6	13	20	27	
SAT	7	14	21	28	

DECEMBER-2026 (12)

DAY					
SUN		6	13	20	27
MON		7	14	21	28
TUE	1	8	15	22	29
WED	2	9	16	23	30
THU	3	10	17	24	31
FRI	4	11	18	25	
SAT	5	12	19	26	

MADRASA GHOUSIA GULZAR-E-ASDAQUE
A/c. 2831000100049800
IFSC CODE : PUNB0283100 P.N.B. SHERGANJ, SASARAM

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ: سید شاہ عارفین اصدق غوثی مدیر مدرسہ غوثیہ گلزار اصدق خانقاہ غوثیہ محلہ شیر گنج سہسرام، رہتاس، بہار پن - ۸۲۱۱۱۵ Mob. 9097467826

طباعت و کتابت: ذوالفقار حیدر دی پرنٹ لائن، نزد ہوٹل اسلامیہ، دریاپور، پٹنہ-۴ Mob. 6201621206

آپ کے تأثرات

از قلم
حضرت علامہ محمد ارشد مصباحی صاحب
اعلی حضرت فاؤنڈیشن انٹر نیشنل
انوار الحرمین جامع مسجد، مانچسٹر انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مفتی سید شہباز اصدق صاحب زید مجدہ۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ! یہ جان کر از حد مسرت ہوئی کہ اہل سنت وجماعت کا ایک مؤقر مجلہ معرض وجود میں آگیا ہے، اس دور میں ہمیں دین وسنیت کے کام کو پھیلانے کے لیے تحریر کی دنیا میں بہت آگے بڑھنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالی مدیر مجلہ حضرت علامہ مفتی سید شہباز اصدق کو جزائے خیر عطا فرمائے اس جوانی کی عمر میں اتنا بڑا کام قابل تبریک ہے، مفتی صاحب قبلہ سے لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ میں کئی بار ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے۔ بہت ہی اچھی، سادہ، علمی طبیعت کے مالک ہیں، دینی کام کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔

اکیسویں صدی کے ڈیجیٹل دور میں ایسے ہی کام کی ضرورت ہے، اللہ کا حکم ہے: "وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ" (القرآن) آج کے دور کی قوت علم ہے۔ "گوشۂ خواتین" و "ادب اطفال" ان شاء اللہ بہت مفید ثابت ہوں گے، ان حصوں کے شمول سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ماہنامہ سب کے لیے ہے۔ اللہ تعالی ماہنامہ الغوث کو بے شمار کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے، اور اس خدمت کو قبول کرے۔

آپ کے تاثرات

از قلم
حضرت علامہ
محمد رمضان حیدر قادری فردوسی
خانقاہ فردوسیہ جونکا شریف جھارکھنڈ

ماہنامہ الغوث—حرفِ حق کی ڈیجیٹل صدا

جب زمانۂ حاضر کی ڈیجیٹل بستی میں لفظ اپنی حرمت کھو بیٹھے ہوں، جب تحریر محض تاثر بن کر رہ جائے اور فکر کی جگہ فتنہ لے لے—ایسے پُر آشوب عہد میں ڈیجیٹل شمارہ "الغوث" کا وجود گویا حرفِ حق کی وہ صدا ہے جو شور کے بیچ بھی سنائی دے رہی ہے، اور دلوں تک اتر کر شعور پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

ماہنامہ الغوث محض صفحات کا مجموعہ نہیں؛ یہ فکر کی تہذیب، نظر کی تربیت اور روح کی آبیاری کے لیے وجود میں آیاہے۔ اس کے سطور میں علم کی سنجیدگی، ادب کی لطافت اور تصوف کی خوشبوئیں ہیں۔ یہ وہ پلیٹ فارم ہے جہاں قدیم سرچشمے جدید اسلوب میں جلوہ گر ہوتے نظر آرہے ہیں- کسی بھی معتبر جریدے کے پیچھے ایک ایسا ہاتھ ہوتا ہے جو محض ترتیب نہیں دیتا، بلکہ سمت بھی متعین کرتا ہے اور یہاں وہ دست علم و حکمت، حضرت قائد جواں سال عالم خوش خصال مفتی سید شہباز اصدق اصدقی چشتی مدظلہ العالی کے ہیں—جو لفظ کے امین، فکر کے نگہبان معنی کے پاسبان جہان دیدہ عالم ربانی مفتی شرع اور داعی حق ہیں۔ان کی ادارت میں الغوث محض شائع نہیں ہوا، بلکہ کمال کے ساتھ جلوہ فگن ہوا ہے۔ انہوں نے معنی کے وزن کو جانچا اسلوب کی تہذیب کو سمجھا اور حق ادا کر دیا ہے۔ ان کا ادارتی ذوق افراط و تفریط کے شور میں اعتدال کی وہ آواز ثابت ہوئی جو نہ بلند ہوتی ہے، نہ دبتی ہے—بس قائم رہتی ہے۔ الغوث اور سید شہباز اصدق کا تعلق محض مدیر اور جریدے کا نہیں، یہ ہم نفس فکر اور ہم مقصد سفر کا رشتہ ہے۔ ایک لفظ کو وقار دیتا ہے تو دوسرا اس وقار کو سنبھالتا ہے۔ اگر یہی خلوص، یہی فکری دیانت اور یہی ادبی شائستگی برقرار رہی تو بعید نہیں کہ الغوث آنے والے وقتوں میں ڈیجیٹل صحافت کے افق پر ایک روشن حوالہ بن کر ٹھہر جائے۔

آپ کے تأثرات

از قلم
نبیرۂ صدر العلماء محدث میرٹھی
علامہ سید غلام محی الدین قادری کاظمی
(ماریشس)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماشاءاللہ! عیسوی سال کے آغاز پر یہ نہایت مسرّت آفریں اور باعثِ صد شکر خبر دل کو بے حد فرحت و سرور بخشنے والی ہے۔ خانقاہِ غوثیہ اصدقیہ (سہسرام) کی جانب سے ماہنامہ "الغوث" (ڈیجیٹل) کے باضابطہ اجرا پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ ایک قابلِ تحسین، بابرکت اور دورِ حاضر کی اہم دینی وفکری ضرورت کو پورا کرنے والی کاوش ہے۔ ان شاءاللہ یہ ماہنامہ علمی، اصلاحی اور روحانی ذوق رکھنے والے قارئین کے لیے رہنمائی، بیداریِ فکر اور تزکیۂ نفس کا مؤثر ذریعہ ثابت ہو گا، اور اہلِ علم و اربابِ ذوق کے لیے چراغِ راہ بنے گا۔

جنوری 2026ء کے شمارے کا لنک فراہم کرنے پر بھی شکریہ؛ ان شاءاللہ مطالعہ کی سعادت حاصل کی جائے گی اور دیگر احباب تک بھی پہنچایا جائے گا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک سلسلے کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اس میں اخلاص، دوام اور اثر پذیری نصیب کرے، اور اسے اصلاحِ امت اور اشاعتِ حق کا مضبوط وسیلہ بنائے۔

اللہ ربّ العزّت اس خدمت میں شامل تمام منتظمین، محررین اور معاونین کو بہترین جزا عطا فرمائے، ان کی مساعی کو شرفِ قبولیت بخشے، اور ماہنامہ "الغوث" کو دن دگنی، رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سیدنا ومولانا محمد ﷺ

آپ کی اس علمی وروحانی پیشکش کے لیے خلوصِ دل سے دعاؤں کے ساتھ نیک تمنائیں۔

اداریہ

مومن کا نصب العین: دینی مفاد کی حفاظت

از: مفتی سید شہباز اصدق

انسان مختلف مفادات کے گرد اپنی زندگی گزارتا ہے۔ یہ مفادات متعدد قسم کے ہوتے ہیں: بعض شخصی نوعیت کے، بعض قومی اور گروہی، بعض دنیوی اور بعض دینی۔ اس حقیقت سے کسی مسلمان کو انکار کی گنجائش نہیں کہ بحیثیتِ مسلمان دینی مفاد تمام مفادات پر فوقیت رکھتا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام مفادات کو دینی مفاد کے تابع رکھے۔

بلاشبہ جائز مفاد کا حصول شریعت میں ہرگز مذموم نہیں بلکہ مطلوب ہے، لیکن اگر اپنے مفاد کے تعاقب میں دین کو نقصان پہنچنے لگے یا شعائرِ اسلام کو ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسے مفاد سے دست بردار ہو جانا نہ صرف دانش مندی ہے بلکہ ایک سچے اور پکے مومن کی شان بھی ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر چوبیس اور اس کے علاوہ متعدد آیات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ اور رسول کی رضا دنیا اور مافیہا سے بڑھ کر عزیز ہونی چاہیے، اور دینِ الٰہی کو ہر چیز پر تقدّم حاصل ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں ایسے بے شمار مواقع آتے ہیں جہاں آپ ﷺ نے دینِ متین کے عظیم تر مفاد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے شخصی، وقتی یا گروہی مفاد کو پسِ پشت ڈال دیا اور دینی مفاد کو ترجیح دی۔ ذیل میں کتبِ سیرت سے صرف دو مثالیں قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پینتیس (۳۵) برس کی ہوئی تو زور دار بارش سے حرم کعبہ میں ایسا عظیم سیلاب آگیا کہ کعبہ کی عمارت بالکل ہی منہدم ہو گئی۔ چنانچہ قریش نے مل جل کر تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ اس تعمیر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے خانہ کعبہ کی عمارت بن گئی لیکن تعمیر کے لیے جو سامان جمع کیا گیا تھا وہ کم پڑ گیا اس لیے ایک طرف کا کچھ حصہ باہر چھوڑ کر نئی بنیاد قائم کر کے کعبہ بنا لیا گیا۔

کعبہ معظمہ کا یہی حصہ جس کو قریش نے عمارت سے باہر چھوڑ دیا "حطیم" کہلاتا ہے جس میں کعبہ معظمہ کی چھت کا پرنالا گرتا ہے۔ چونکہ حطیم دراصل کعبہ کا حصہ ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قلبی خواہش تھی کہ اسے کعبہ میں شامل کر کے عمارت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر از سرِ نو استوار کیا جائے۔

کتبِ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قلبی کیفیت کا اظہار رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بھی فرمایا اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس امر کو عملی جامہ نہ پہنایا حالانکہ فتح مکہ کے بعد اسباب و وسائل کے لحاظ اس خواہش کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اس ترک کے پیچھے کون سی حکمت عملی تھی اور کیا سبب تھا؟ یہ خود رسول اللہ

صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زبانی ملاحظہ کیجیے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم کا تعلق اسلام سے نیا نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرا کر حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر دوبارہ بناتا اور حطیم کو بھی اس میں شامل کر دیتا۔ (الحدیث)

یعنی قریش ابھی تازہ تازہ جاہلیت کے دلدل سے باہر آئے تھے، اگر کعبہ کو منہدم کر کے دوبارہ بنایا جاتا تو اندیشہ تھا کہ لوگ یہ سمجھ بیٹھتے کہ رسول اللہ دین میں اپنی مرضی سے تبدیلی کر رہے ہیں۔ کعبۃ اللہ کی ظاہری ہیئت بدلنے سے ان کے ایمان میں کمزوری پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اور امت کو فتنے سے بچانا عظیم مصلحت ہے چنانچہ اس عظیم دینی مصلت کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قلبی خواہش کے باوجود اپنے عہد میں کعبۃ اللہ کے اندر کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔

اسی طرح ہجرت کے چھٹے سال ماہ ذوالقعدہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ سو صحابۂ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مقام حدیبیہ میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا، اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صلح کی پیش کش کی جسے قریش کے لوگوں نے قبول کیا اور ساتھ ہی یہ شرط بھی رکھی کہ مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال عمرہ کیلئے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس شرط کو بھی قبول فرمایا اور صلح کی دستاویز لکھ دی گئی، اس صلح کو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک مغلوبانہ صلح اور ذلت آمیز معاہدہ سمجھا، مگر اس کے بعد کے واقعات نے بتادیا کہ درحقیقت یہی صلح تمام فتوحات کی کنجی ثابت ہوئی اور سب نے مان لیا کہ واقعی صلح حدیبیہ ایک ایسی فتح مبین تھی جو مکہ میں اشاعت اسلام بلکہ فتح مکہ کا ذریعہ بن گئی۔ اب تک مسلمان اور کفار ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہتے تھے ایک دوسرے سے ملنے جلن ے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا مگر اس صلح کی وجہ سے ایک دوسرے کے یہاں آمدورفت آزادی کے ساتھ گفت وشنید اور تبادلۂ خیالات کا راستہ کھل گیا۔ کفار مدینہ آتے اور مہینوں ٹھہر کر مسلمانوں کے کردار واعمال کا گہرا مطالعہ کرتے۔ اسلامی مسائل اور اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ سنتے جو مسلمان مکہ جاتے وہ اپنے چال چلن، عفت شعاری اور عبادت گزاری سے کفار کے دلوں پر اسلام کی خوبیوں کا ایسا نقش بٹھا دیتے کہ خود بخود دشمنان اسلام مذہب اسلام کی طرف مائل ہوتے جاتے تھے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک اس قدر کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے کہ اتنے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ عظیم ترین مصالح اور مفاد کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ جو کہ مبارک عمل ہے اس بابرکت عمل کو دین کے عظیم ترین مصالح اور مفاد کے پیش نظر ترک فرماکر اس امر کی امت کو عملی تعلیم فرمائی کہ مومن کی زندگی کا اصل ہدف اللہ ورسول کی رضا ہونی چاہیے، دینی مفاد اس کے نزدیک تمام مفادات سے بالاتر اور مقدم ہونا چاہیے اور عقل سلیم کا بھی تقاضا یہی کہ دینی مفاد تمام دنیوی مفادات سے بلند تر ہو کیونکہ آخرت دائمی ہے جبکہ دنیا عارضی ہے، اس لیے دائمی کو عارضی پر مقدم رکھنا ہی حکمت ودانائی ہے۔

درس قرآن

سورۂ نور کی ایک آیت کا خلاصہ



از: علامہ محمد حبیب اللہ بیگ ازہری، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَيَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ ؕ ذٰلِكَ اَزۡكٰى لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ۔

[سورۂ نور: ۲۴]

اے نبی! مسلمانوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے، اللہ ان کے کاموں سے باخبر ہے۔

اس آیت مبارکہ سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱ – اللہ نے پہلے نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا، بعد میں شرم گاہوں کی حفاظت کی تاکید کی، کیوں کہ نگاہوں کی حفاظت کے بغیر شرم گاہوں کی حفاظت ممکن نہیں، اگر نگاہیں محفوظ رہیں تو شرم گاہوں کی بھی حفاظت ہو سکتی ہے، اور اگر نگاہیں آوارگی کا شکار ہو جائیں تو پھر شرم گاہوں کی حفاظت بھی مشکل ہو جاتی ہے۔

۲ – اس آیت کریمہ میں دو باتوں کا حکم دیا، نگاہوں کی حفاظت اور شرم گاہوں کی حفاظت، لیکن دونوں کی تعبیر مختلف ہے، نگاہوں کو پست رکھنے کا حکم دیا تو فرمایا: يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ۔ اس میں يَغُضُّوۡا کے بعد مِنۡ کا ذکر ہے، جب کہ شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا تو فرمایا: وَيَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ۔ اس میں يَحۡفَظُوۡا کے بعد مِنۡ کا ذکر نہیں ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں مِنۡ تبعیض کے لیے ہے، اور اس بات کو بتانے کے لیے ہے کہ شرم گاہوں کے بالمقابل نگاہوں کے معاملے میں قدرے وسعت ہے، اور وہ یہ کہ مرد و عورت اپنے اپنے محارم کو دیکھ سکتے ہیں، اسی طرح مرد کے

لیے اصالۃً اجنبیہ کے چہرے اور ہتھیلی کو دیکھنا جائز ہے، اور فتنے کے اندیشے کے پیش نظر ممنوع ہے، لیکن شرم گاہوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے، بیوی اور باندی کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ کسی بھی طرح کا جنسی تعلق قابل ملامت ہے، اللہ جل وعلا کا ارشاد ہے:

وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَۙ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَۚ [سورۂ مومنون:۵–۷]

یعنی: وہ کامیاب ہیں جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، ہاں بیویوں اور باندیوں کے معاملے میں ان پر ملامت نہیں، جو ان کے علاوہ کا قصد کریں وہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

۳ – شرم گاہوں کی حفاظت دو طرح سے کی جائے گی۔

(۱) ستر پوشی کے ذریعے حفاظت کی جائے، یعنی پوشیدہ مقامات کو کپڑوں سے چھپایا جائے۔

(۲) گناہوں سے دور رہ کر حفاظت کی جائے، یعنی سوائے نکاح شرعی کے کسی بھی دوسرے طریقے سے اپنی خواہش پوری نہ کی جائے، اس آیت کی روشنی میں درج ذیل جنسی عمل ناجائز و گناہ قرار پائیں گے۔

(۳) غیر منکوحہ عورتوں سے جنسی تعلقات۔

(۴) مردوں کے باہمی جنسی تعلقات۔

(۳) جانوروں کے ساتھ جنسی زیادتی۔

(۴) مشت زنی یعنی اپنے ہاتھوں سے جنسی تسکین حاصل کرنا۔

۴ – مزید فرمایا:

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔

اس میں ان کے لیے زیادہ پاکیزگی ہے۔

یعنی نگاہ اور شرم گاہ کی حفاظت سے روح کو تسکین ملتی ہے، قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، اور نفس میں طہارت و پاکیزگی پیدا ہوتی ہے، اور جو ان دونوں کی، یا ان میں کسی ایک کی حفاظت نہیں کرتے ان کو حلاوت ایمان، ذوق عبادت اور لذت مناجات نہیں ملتی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا أَدْرَكَ ذَلِكَ لاَ مَحَالَةَ. فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ النُّطْقُ، وَالنَّفْسُ تَتَمَنَّى وَتَشْتَهِي، وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ أَوْ يُكَذِّبُهُ۔ [صحیح بخاری، باب زنا الجوارح دون الفرج]

یعنی: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کا گناہ لکھ دیا ہے، جس کا وہ مرتکب ہو کر رہے گا، آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا کہنا ہے، نفس کا زنا یہ ہے کہ وہ تمنا اور خواہش کرتا ہے، پھر فرج اس کی تصدیق یا تکذیب کرتا ہے، یعنی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، یا دور رہ کر محفوظ رہتا ہے۔

لہٰذا ابن آدم کو چاہیے کہ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے، بلکہ ان تمام اعضا وجوارح کی حفاظت کرے جن کے بگڑنے سے نفس بگڑ جاتا ہے، انسان خواہشات کا پابند ہو کر اللہ سے دور ہو جاتا ہے، اور اپنی دنیا و آخرت برباد کر بیٹھتا ہے۔

۵ - آیت کے اخیر میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے باخبر ہے۔

یعنی بندے دنیا کی نظروں سے چھپ کر گناہ کر سکتے ہیں، لیکن جس کے حضور حاضر ہو کر حساب دینا ہے اسے بندوں کے اعمال کی خبر ہے، وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ۔ وہ ہمہ وقت تمھارے ساتھ ہے، اس لیے اسی کی رضا کی خاطر اپنی نگاہوں اور شرم گاہوں کی حفاظت کی جائے، اور اسی کے خوف سے گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

نیا چاند دیکھتے وقت پڑھی جانے والی دعا

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند کو دیکھتے تو یہ (دعا) پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ أَهْلِلْهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللهُ۔

ترجمہ: اے اللہ! اسے ہم پر بابرکت اور امن، اور سلامتی اور اسلام کا چاند بنا کر چمکا (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث: 3451)



از:مولاناتبارک حسین امجدی، سعودی عرب

انوار حدیث

عَن تَمِيم الدَّارِيّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الدِّينُ النَّصِيحَةُ» ثَلَاثًا. قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: «لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ»

حضرت سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! کس کے لیے خیر خواہی کریں؟ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالی کے لیے، کتاب اللہ کے لیے، رسول اللہ کے لیے، ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کے لیے"۔

مذکورہ حدیث مبارکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث میں شمار کی جاتی ہے جن کو جوامع الکلم کہا جاتا ہے۔ جوامع الکلم کا مطلب ہوتا ہے "کم از کم الفاظ میں بہت سے معانی کو بیان کر دینا، جیسے محاورے میں کہا جاتا ہے "دریا کو کوزے میں سمو دینا"۔ جوامع الکلم رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالی کے خصوصی انعامات میں سے ایک خاص انعام ہے جس کے تعلق سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اوتیت جوامع الکلم "مجھے اللہ تعالی نے جامع کلمات عطا فرمائے ہیں

اس حدیث کے راوی حضرت سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ ہیں آپ اور آپ کے بھائی سیدنا نعیم رضی اللہ عنہ سن 9 ہجری میں ایمان سے مشرف ہوئے ،بہت بڑے عابد و زاہد اور ساری رات اللہ تبارک و تعالی کی عبادت میں گزارنے والے عظیم الشان صحابی ہیں۔ مسجد نبوی میں سب سے پہلے چراغ جلانے والے آپ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو خیر خواہی کا نام دیا ہے۔ جس کا معنی ہے اخلاص کے ساتھ خیر خواہی اور اچھا سلوک کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کا معنی:

اللہ تعالی کو تمام خوبیوں کا جامع جاننا۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، تمام عیوب و نقائص سے پاک ماننا۔ اس کے احکام کی پیروی کرنا۔ اس کی نافرمانی سے اجتناب کرنا، اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا، اس کے لیے محبت وعداوت رکھنا، اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرنا، اس سے محبت کرنا اور تمام کاموں کو اخلاص کے ساتھ پورا کرنا۔ در حقیقت یہ خود سے خیر خواہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی خیر خواہی سے مستغنی ہے۔

کتاب اللہ (قرآن) کے لیے نصیحت کا معنی:

اس پر ایمان لانا، یہ اعتقاد رکھنا کہ قرآن اللہ تعالی کی کتاب ہے۔ کوئی اس کی مختصر ترین سورت کے مثل بھی نہیں لا سکتا۔ اس کے احکام پر عمل کرنا، اس میں بیان کردہ آیات پر تدبر کرنا، اس کی تلاوت کرنا، اس کی تعلیمات کو سینے سے لگانا، اس کے مقتضی پر عمل کرنا۔ قرآن کے متعلق تمام اعتراضات کے جوابات پیش کرنا۔ اس کے علوم وفنون میں غور کرنا وغیرہ۔ یونہی اللہ تعالیٰ کی دیگر کتابوں پر بھی ایمان لانا۔ کتاب اللہ کے لیے نصیحت کے معنی میں شامل ہے ۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے نصیحت کا معنی:

اس بات کی تصدیق کرنا کی وہ اللہ کے رسول ہیں، جو کچھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے لے کر آئے اس پر ایمان لانا، ان کی اطاعت کرنا، ان کی تعظیم و توقیر کرنا، ان کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے عداوت رکھنا، ان کی سنت پر عمل کرنا، ان کی دعوت کو عام کرنا، ان سے اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار علیہم السلام سے محبت کرنا وغیرہ۔

ائمہ کے لیے نصیحت کا معنی:

اگر اس سے مراد حکام کو لیا جائے تو معنی ہو گا کہ وہ شریعت کے مطابق جو حکم کریں اس میں ان کی بات ماننا، اچھی باتوں میں ان کی اطاعت کرنا، ان کے خلاف بغاوت نہ کرنا۔ اگر اسلام اور عوام کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت و کوتاہی سے کام لے تو ان کو مناسب اور جائز طریقوں سے تنبیہ کرنا۔ علما اور فقہائے مسلمین کی عزت و توقیر کرنا، ان کے فتاوی پر عمل کرنا، ان کی اچھی باتوں اور نیک اعمال کی پیروی کرے۔

عام مسلمانوں کے لئے نصیحت کا معنیٰ:

ان کی دین و دنیا کی بھلائی کے کاموں میں رہنمائی کرنا، اس کے لیے قول و فعل کے ذریعے ان کی مدد کرنا، بڑوں کا احترام کرنا ، چھوٹوں سے شفقت سے پیش آنا۔ برائی سے روکنا، اور بھلائی کا حکم دینا۔ موعظہ حسنہ کے ذریعے اُن کو سمجھانا، دھوکہ دہی، غیبت، چغل خوری، جھوٹ وغیرہ سے نفرت دلانا، اچھے اخلاق کی جانب راغب کرنا، ان کو ہمیشہ فائدہ پہونچانے کی کوشش کرنا۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ دین اسلام صرف عبادات یا ذکر و اذکار میں محصور نہیں بلکہ دین اسلام میں بندوں کے حقوق، ان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی، ان کے لیے بھلائی چاہنا بھی شامل ہے۔ لوگوں کا برا چاہنا، ان کے نقصان کے درپے ہونا، ان کی تذلیل کرنا یہ ایمان اور مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کا ثواب

سرکارِ دوعالَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

ماہِ رمضان میں جو کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے گا تو وہ اس کے گناہوں کی مغفرت کا باعث ہو گا اور اس کی گردن (جہنم کی) آگ سے آزاد کر دی جائے گی، نیز اسے اس روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا اور روزہ دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔

(ابن خزیمہ، حدیث:1887)

پیش کش: میزاب رحمت غوثی



درس تصوف

ترتیب: حافظہ نغمہ پروین، المعہد الغوثی للبنات

وَلایت اور وِلایت کے درمیان نفیس فرق

محبوب الٰہی سیدنا نظام الدین اولیا قدس سرہ العزیز وَلایت و وِلایت کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"شیخ کے لیے وَلایت بفتح واو بھی ہوتی ہے اور وِلایت بکسر واو بھی۔ وَلایت تو یہ ہے کہ جب (سالک) تائب ہوتا ہے اور طاعت کرتا ہے تو اس طاعت سے بڑا ذوق پیدا ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ مریدوں کو خدا تک پہنچا دے اور طریقت کے آداب سکھائے ۔ غرض کہ جو کچھ اس کے اور خلقت کے درمیان ہے اس کو وَلایت کہتے ہیں۔ لیکن جو کچھ اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان ہے وہ وِلایت ہے۔ اور وہ خاص محبت ہے۔ اور جب شیخ دنیا سے انتقال کرتا ہے تو وِلایت اپنے ساتھ لے جاتا ہے مگر وَلایت اپنے پسند کے آدمی میں سے جس کو چاہتا ہے دے جاتا ہے۔ اگر وہ نہ دے تو بھی جائز ہے کیونکہ حق عزوجل اس وَلایت کو کسی دوسرے کو عطا کر دیتا ہے لیکن وِلایت جو اس کے ساتھ ہوتی ہے اس کو اپنے ساتھ ہی لے جاتا ہے۔

کسی بزرگ نے ایک مرید کو کسی بزرگ کے پاس بھیجا اور معلوم کرایا کہ رات کو بساط عالم پر کیا گزری ، انہوں نے جواب کہلوا بھیجا کہ رات کو شیخ فضل اللہ ابو سعید قدس سرہ العزیز نے مسجد مہنہ میں انتقال کیا۔ ان بزرگ نے پھر کسی کو بھیجا اور دریافت کرایا کہ ان کی وَلایت کس کو دی گئی ؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی مجھے خبر نہیں، جو کچھ معلوم تھا وہ بتا دیا، اس کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ ان کی ولایت شمس العارفین علیہ الرحمۃ والغفران کو دی گئی ہے۔ رات ہی کو شمس العارفین کے دروازے پر پہنچے ، شمس العارفین نے اس سے پہلے کہ وہ کچھ دریافت کرتے خود ہی ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اتنے سارے شمس العارفین ہیں کیا خبر کن شمس العارفین کو وَلایت دی گئی ہے۔ (فوائد الفواد ص172۔173)



دینی مسائل

مفتی سید شہباز اصدق غوثی

کھڑے ہو کر پانی پینے والی روایت کی وضاحت

سوال: ہمیں معلوم ہے کہ پانی بیٹھ کر پینا مسنون ہے لیکن ایک دوست نے واٹس ایپ پر مجھے یہ حدیث بھیجی ہے جس میں ہے کہ "حضرت علی نے کھڑے ہو کر پانی پیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو ایسے ہی پانی پیتے ہوئے دیکھا جیسا تم نے مجھے دیکھا"، مجھے جاننا یہ ہے کہ اگر یہ حدیث ہے تو پھر پانی پینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

غلام محی الدین نوری، ملاوی

الجواب: حضرات فقہا کی صراحت کے مطابق وضو کا پانی اور آب زم زم کو کھڑے ہو کر پیا جائے، باقی دوسرے پانی کو بیٹھ کر پینا مستحب، افضل و اولی ہے۔ (بہار شریعت، جلد 3، ص 388)

حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا معمول مبارک یہی تھا کہ آپ ﷺ بیٹھ کر پانی نوش فرماتے تھے اور کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں متعدد احادیث صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نہ پیے اور جس نے بھول کر کھڑے ہو کر پی لیا وہ قے کرے۔ (صحیح مسلم 5162)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم 5163)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے پر ڈانٹا۔ (صحیح مسلم 5163)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا شریعت کی نظر میں محمود نہیں ہے۔ اس لیے فقہانے تصریح فرمائی ہے کہ بیٹھ کر پانی پینا مسنون و مستحب ہے تاہم بعض ایسی روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم

ﷺ نے پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا ہے جیسے سوال مذکور میں موجود روایت کا تذکرہ۔ یہ روایت صحیح بخاری، کتاب الاشربہ میں امام بخاری رضی اللہ عنہ نے درج فرمایا ہے۔ اس حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ: أَتَى عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى بَابِ الرَّحَبَةِ «فَشَرِبَ قَائِمًا» فَقَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُ أَحَدُهُمْ أَنْ يَشْرَبَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِنِّي «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ»

ترجمہ: حضرت نزال بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رحبہ کے دروازے پر آئے اور کھڑے ہو کر پانی نوش کیا، پھر فرمایا کہ بعض لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو ناپسند تصور کرتے ہیں حالانکہ میں نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اسی طرح کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا جیسا تم مجھے پیتا دیکھتے ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے پانی کھڑے ہو کر بھی نوش فرمایا ہے۔ اب اس باب میں دو قسم کی روایات جمع ہو گئیں۔ بعض سے معلوم ہو رہا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا اور بعض سے پتہ چل رہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خود کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا۔ حضرات فقہا و محدثین نے دونوں طرح کی روایات میں تطبیق اس طور پر دی ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت والی حدیث کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور حضور ﷺ کا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لیے ہے۔

امام ابو محمد محمود بن احمد بن موسی بن احمد بن حسین الحنفی بدر الدین العینی (المتوفی: 855ھ-) اپنی کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں علامہ نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وَقَالَ النَّوَوِيّ فِي (شرح مُسلم): الصَّوَاب أَن النَّهْي مَحْمُول على كَرَاهَة التَّنْزِيه، وَأما شربه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَائِما فبيانه لِلْجُوَاز فَلَا إِشْكَال وَلَا تعَارض. (عمدۃ القاری ص21 ص193، المکتبۃ الشاملۃ)

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث مکروہ تنزیہی پر محمول ہے اور رہا رسول اللہ ﷺ کا کھڑے ہو کر پینا تو وہ بیان جواز کے لیے ہے، سو کوئی اشکال نہیں ہے اور نہ کوئی تعارض ہے۔ (شرح صحیح مسلم)

لہذا دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں افضل و اولی یہی ہے کہ پانی بیٹھ کر پیا جائے تاہم کھڑے ہو کر پینا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم و احکم



سید کائنات محمد ﷺ کی مقدس باندیاں

شیخ الحدیث علامہ افتخار احمد قادری، مدینہ منورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ذوالجلال اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے: اے غیب کی خبر دینے والے [میرے حبیب] ہم نے جائز کر دی ہیں آپ کے لیے آپ کی وہ ازواج جن کی مہریں آپ نے ادا کر دی ہیں اور آپ کی باندیاں جو اللہ تعالی نے بطور مال غنیمت آپ کو عطا کی ہیں۔

امہات المومنین میں حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما جنگ سے مال غنیمت کے طور پر نبی ﷺ کی خدمت میں آئی تھیں۔ ان کو آقا ﷺ نے آزاد فرمایا اور ان کو اپنے نکاح میں لیا۔ یہ آزادی اور نکاح بھی شان رحمۃ للعالمینی کا ایک عظیم مظہر تھا۔

اس طرح یہ دونوں ازواج مطہرات ام المومنین کے بڑے منصب پر فائز ہوئیں۔ قرآن ان کی عظمت کو بیان کرتا ہے:

ترجمہ: اے نبی کی بیبیوں تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو۔ [احزاب ۳۲]

ان کے علاوہ کچھ خوش قسمت افراد نسواں میں وہ بھی تھیں جن کو سرکار ﷺ کی مقدس باندیاں ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے ظہور و بعثت کے وقت صرف عرب نہیں بلکہ عجم کے بھی تمام قبائل میں ازواج کے ساتھ کنیزوں کا سلسلہ تھا۔ رب حکیم نے ایک عرصہ کے لیے اسلام میں بھی یہ شق باقی رکھی۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ اور پورے عرب کے معاشروں میں کنیزوں کا وجود تھا۔ مگر اسلام چونکہ خالق کائنات کا نازل کردہ مذہب ہے اس مقدس مذہب کی دور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ یہ سلسلہ عالم سے ناپید ہونے والا ہے اس لیے اس نے ایسے اصول و ضوابط مقرر کر دیے کہ جلد یہ شق عالم سے روپوش ہوگئی۔ پورے عالم پر اسلام کا ہی احسان و کرم ہے کہ اس نے غلام و کنیز کے خاتمہ کے لیے مبارک تعلیمات دیں اور دنیا سے ہمیشہ کے لیے یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں جو غلام و کنیز آتے تھے انہیں آپ ﷺ نعمت آزادی سے بہرور فرماتے تھے۔ محققین نے ایسے تینتالیس غلاموں اور گیارہ کنیزوں کی تعداد ذکر کی ہے جن کو آقا ﷺ نے شرف آزادی سے مشرف فرمایا۔ اور بعض نے چھبیس کی تعداد بھی بتائی ہے۔

آزادی کی نعمت و دولت سے بہر اندوز ہونے والوں میں حضرت زید بن حارثہ، حضرت اسامہ، حضرت ثوبان، حضرت ابو کبشہ اوس، حضرت شقران، حضرت زید، حضرت ابو رافع، حضرت رفاعہ بن زید و حضرت سفینہ و غیرھم رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

مقدس کنیزوں میں ام ایمن، سلمی زوجہ ابو رافع، ماریہ قبطیہ، ریحانہ، قیصر ماریہ کی بہن و غیرہا رضی اللہ تعالی عنہن شامل ہیں۔

[تلخیص مواہب لدنیہ ص ۱۶۴۔۱۶۵]

بعض مقدس باندیوں کے ذکر جمیل سے اپنے قلم کو متبرک بنانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

[۱] حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا

جن کا نام نامی برکت ہے۔ یہ وہ فخر روزگار خوش نصیب نسمہ مبارکہ ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا اعزاز حاصل ہوا، آقا ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سرکار کی تربیت میں بھرپور حصہ لیتی تھیں۔ یہ وہ اعزاز ہے کہ ایک عورت کے لیے اس سے بڑھ کر اس خاکدان گیتی میں دوسرا کوئی اعزاز ہو ہی نہیں سکتا، سرکار کی پانچ چھ سال کی عمر مقدس میں جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اس دنیا سے رخصت ہوئیں تو ابواء شریف کی مبارک سرزمین جہاں حضرت سیدہ آمنہ کا مزار مقدس ہے اس مقام پر اب یہی ام ایمن رہ گئیں تھیں اور سرکار کو مکہ مکرمہ لے کر واپس آئیں۔ یہ شرف حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے علاوہ کس کو نصیب ہوا؟ حضرت ام ایمن کی اس سعادت و عظمت پر ہزاروں عظمتیں قربان و نچھاور، آگے اس عظیم نسمہ کی حیات مقدسہ کے بعض انوار و تجلیات کا مشاہدہ کریں اور اپنے ایمان کو جلا بخشیں۔

ان کا نام مبارک برکۃ بن ثعلبہ بن عمرو بن حصن ہے اور کنیت ام ایمن اور مربیئہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ایمن ان کے صاحبزادہ ہیں ان سے ان کی کنیت ہوئی اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں۔ عبید حبشی کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا جن سے اسامہ متولد ہوئے۔

حبشہ اور مدینہ طیبہ دونوں ہجرتوں کا شرف انہیں حاصل ہے۔ [اسد الغابہ ص ۱۴۱ ج ۷]

آقا ﷺ کے والد عظیم حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نعمت آزادی عطا کی اور بالکل شروع شروع میں دولت اسلام سے بہرور ہوئیں اور سرکار کے مقدس ہاتھوں پر بیعت ہوئیں، یہ دراصل سرکار کی والدہ ماجدہ کی باندی تھیں۔ پھر حضور کی ہوئیں۔ یہی وہ خوش نصیب باندی ہیں جنہوں نے آقا ﷺ کا بول مبارک نوش کیا تھا تو آقا ﷺ نے فرمایا تھا: اب تم کو پوری زندگی پھر شکم کی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ [اسد الغابہ ص ۳۲۵ ص ۷]

آقا ﷺ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا: "**ام ایمن امی بعد امی**"

ترجمہ: میری ماں کے بعد ام ایمن میری ماں ہیں۔

کسی عورت کو اس سے بڑھ کر اور کونسا وقار و اعزاز حاصل ہو سکتا ہے؟ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی طرح آقا ﷺ کے فراق کی متحمل یہ بھی نہ ہو سکیں اور پانچ یا چھ ماہ بعد انہوں نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم دونوں ان سے ملنے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ [اسد الغابہ ص ۳۷۶ ج ۷]

ہزار ہا سلام ہو ام رسول اللہ ﷺ پر، سرکار کے وصال کے بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بے تابانہ زار زار رو رہی تھیں۔ کسی نے عرض کیا سرکار کے فراق میں رو رہی ہو تو فرمایا مجھے علم تھا کہ سرکار ہم سے ضرور رخصت ہوں گے لیکن میں تو اس پر رو رہی ہوں کہ وحی کا مبارک سلسلہ ٹوٹ گیا۔ [اسد الغابہ ص ۳۷۵ ج ۷]

ان کے فکر عالی کی داد دیجیے کہ رب تعالی سے ڈائریکٹ رابطہ کا ذریعہ صرف اور صرف وحی تھا یہ سلسلہ ٹوٹ گیا تو میرا قرار جاتا رہا۔ آپ غور فرمائیں صحبت رسول اللہ ﷺ نے ان کو کتنا عظیم بنا دیا تھا، فسبحان اللہ العظیم۔

[۲] ماریہ قبطیہ:

یہ وہ مقدس باندی ہیں جن کو شہزادہ رسول سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ماں ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، آقا ﷺ کی دیگر چھ اولاد طیبات ام المومنین حضرت خدیجہ الکبری سے ہوئیں اور سیدنا ابراہیم حضرت ماریہ سے متولد ہوئے۔ مقوقس شاہ مصر نے سات ہجری میں حضور کی خدمت میں ہدیۃ ان کو پیش کیا تھا۔ بادشاہ نے ان کے ساتھ ایک اور باندی سیرین ایک خچر اور ریشم کا ایک جوڑا بھی حضور کی خدمت میں نذر کیا تھا۔

آٹھ ہجری میں حضرت ماریہ مدینہ طیبہ پہونچیں۔ ۱۶ ہجری خلافت فاروق اعظم کے دوران آپ کا وصال ہوا۔ فاروق اعظم نے لوگوں کو ان کے جنازہ کے لیے جمع فرمایا تھا اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ [اسد الغابہ ص ۲۸۲ ج ۷]

[۴]**سیدہ ریحانہ**

ریحانہ بنت شمعون بن زید بن قشامہ بنو قریظہ سے تھیں۔ دس ہجری میں جب سرکار ﷺ حجۃ الوداع سے واپس مدینہ طیبہ جلوہ گر ہوئے تو سیدہ ریحانہ کا انتقال ہوا۔ نبی ﷺ نے ان کو آفر کی تھی کہ نکاح فرما کر ان کو حجاب شریعت مرحمت فرمائیں ۔حضرت ریحانہ نے عرض کیا: مجھے اپنی ملک میں ہی رہنے دیں میرے لیے اسی میں زیادہ آسانی ہے، سرکار نے انہیں باندی کی پوزیشن پر ہی رکھا۔ کچھ دنوں یہودیت پر باقی رہیں مگر رب تعالی نے ان کے دل کو نور اسلام سے منور فرمادیا۔

مقدس باندیوں کا رتبہ اور منصب امہات المومنین کے بعد ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ جن جن کو بھی سرکار ﷺ کی خدمت اور وصل کا شرف ملا وہ یقینا بہت مبارک اور مقدس ہیں اور امت مسلمہ کے لیے واجب التعظیم ہیں۔ رب قدیر امت مسلمہ کو ان کی برکات سے مالامال فرمائے۔ آمین۔

استقبال رمضان

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطاب کیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظیم الشان اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہو گیا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض کیا ہے اور راتوں کے قیام کو نفل۔ جو شخص اس میں قرب الٰہی کی نیت سے کوئی نیکی کرتا ہے اسے دیگر مہینوں میں ایک فرض ادا کرنے کے برابر سمجھا جاتا ہے اور جو شخص اس میں ایک فرض ادا کرتا ہے گویا اس نے باقی مہینوں میں ستر فرائض ادا کیے۔ یہ صبر کا مہینہ اور صبر کا ثواب جنت ہی ہے۔ یہ غم خواری کا مہینہ ہے، اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کی افطاری کراتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔ نیز اسے اس (روزہ دار) کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اس سے اس کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک روزہ افطار کرانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ثواب اللہ تعالیٰ ایک کھجور کھلانے یا پانی پلانے یا دودھ کا ایک گھونٹ پلا کر افطاری کرانے والے کو بھی دے دیتا ہے۔ اس مہینے کا ابتدائی حصہ رحمت ہے۔ درمیانہ حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اپنے ملازم پر تخفیف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ اس میں چار کام زیادہ سے زیادہ کرنے کی کوشش کرو۔ دو کاموں کے ذریعے تم اپنے رب کو راضی کروگے اور دو کاموں کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں۔ جن دو کاموں کے ذریعے تم اپنے رب کو راضی کروگے ان میں سے ایک لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے اور دوسرا اس سے بخشش طلب کرنا ہے۔ جن دو کاموں کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ نہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوسرا یہ ہے کہ دوزخ سے پناہ مانگو۔ جو شخص روزہ دار کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا۔ اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔" (ابن خزیمہ، حدیث نمبر 1887)

پیش کش: نغمہ پروین اصدقی، طالبہ المعہد الغوثی للبنات



آئینۂ حیات سلطان العارفین سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہ

شخصیات

بنتِ سید

اولیاء اللہ کی جماعت میں کچھ ایسی ذوات مقدسہ ہیں جنہیں مادرزاد ولی ہونے کا اعزاز حاصل ہے انہی مقدس حضرات میں سے ایک ممتاز نام امام السالکین، سلطان العارفین حضرت سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہ کا ہے۔

اسم گرامی: آپ کا نام نامی اسم گرامی "طیفور" ہے اور آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی عیسی ہے، لہذا آپ کا خاندانی تعارف طیفور بن عیسی ہے۔ لیکن اکناف عالم میں آپ کی شہرت "بایزید بسطامی" کے نام سے ہے۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۶ھ بمطابق ۷۵۲ء یا ۷۵۳ء میں ایران کے ایک شہر بسطام میں ہوئی۔ آپ کے شہر کا نام بسطام ہے اسی نسبت سے آپ کو بایزید بسطامی کہا جاتا ہے۔

مادرزاد ولی: اللہ رب العزت نے آپ کے سر پر عزت و عظمت کا تاج سجا کر اپنی ولایت سے شاد کام کیا، ارباب تصوف کا ماننا ہے کہ آپ پیدائشی ولی تھے، آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں: ابھی میرا بیٹا بایزید میرے شکم میں تھا اگر میں کبھی ایسا لقمہ منہ میں ڈال لیتی جو مشتبہ چیز (یعنی جس کا حلال و حرام ہونا معلوم نہ ہوتا) میرے پیٹ میں چلی جاتی تو مجھے اس وقت تک بڑی بے چینی رہتی جب تک میں اپنے حلق میں انگلی ڈال کر قے کر کے اسے نکال نہ دیتی" (تذکرۃ الاولیاء ج1 ص129)

تعلیم: آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کی ولادت کے چند ماہ بعد ہی ہو گیا تھا چنانچہ آپ کی مکمل تربیت والدہ ماجدہ کے زیر نگرانی ہوئی، ابتدائی تعلیم کے لیے والدہ ماجدہ نے آپ کا داخلہ مکتب میں کرایا جہاں آپ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے لگے پھر مزید تعلیم کے لیے آپ ملک شام تشریف لے گئے اور کثیر علما و مشائخ سے اکتساب فیض کیا۔ بسطام سے باہر نکل کر علم و معرفت کی تلاش کا یہ سلسلہ کب اور کیسے شروع ہوا اس کا تذکرہ حضرت شیخ فرید الدین عطار رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب " تذکرۃ الاولیاء" میں یوں بیان کیا ہے:

" ایک روز حضرت بایزید اپنے استاد سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ سورہ لقمان کی اس آیت پر پہنچے "اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَیْكَ ؕ (ترجمہ: میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔) حضرت بایزید رضی اللہ عنہ اپنے گھر والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: مجھ سے ایک ساتھ دو ہستیوں کا حق ادا نہیں ہو سکتا، لہذا یا تو آپ مجھے اللہ تعالی سے مانگ لیجیے تاکہ میں آپ کی خدمت کرتا رہوں یا پھر اپنے سارے حقوق معاف کر کے مجھے اللہ تعالی کے سپرد کر دیجیے تاکہ میں اس کا شکر ادا کروں ۔(اشارہ علم و معرفت کے حصول کی طرف تھا) والدہ ماجدہ نے اپنے پیارے بیٹے کی زبانی جب یہ پاکیزہ بول سنے تو فرمایا: بیٹا! میں اپنے تمام حقوق سے دستبردار ہو کر تمہیں اللہ تعالی کے سپرد کرتی ہوں جاؤ اور جا کر علم و معرفت کے حصول میں لگ جاؤ ۔(تذکرۃ الاولیاء)

اس کے بعد سیدنا بایزید بسطامی ملک شام تشریف لے گئے، کثیر علما و مشائخ سے شرف تلمذ حاصل کیا، "تذکرۃ الاولیاء" کے مطابق ایک سو تیرہ شیوخ سے آپ نے اکتساب فیض کیا، یہ امر آپ کی علمی شان، ذوق طلب اور محنت شاقہ کا بیان ہے۔

والدہ کی خدمت: تحصیل علم کے بعد جب آپ اپنے شہر واپس آئے تو جہاں آپ عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر میں مصروف رہتے، وہیں اپنی والدہ ماجدہ کی بے لوث خدمت انجام بھی دیتے تھے، آپ کی زندگی کا یہ واقعہ تاریخ انسان و انسانیت کے لیے درس عبرت ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری والدہ ماجدہ نے پانی طلب کیا، میں پانی لے کر حاضر خدمت ہوا لیکن آپ کو سویا ہوا پایا، پانی لے کر اپنی والدہ ماجدہ کی بیداری کے انتظار میں کھڑا رہا، رات شدید سردی کی تھی جس کی وجہ سے میری انگلی پر برف جم گیا، جب رات کے آخری پہر میں والدہ بیدار ہوئیں اور انہوں نے مجھے اپنے سرہانے پانی کے ساتھ کھڑا پایا تو میرے ہاتھ سے پانی کا پیالہ لیا، برف جم جانے کی وجہ سے پیالہ دیتے وقت میری انگلی کی کھال چھل گئی اور اور خون بہنے لگا، یہ دیکھ کر والدہ ماجدہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میرا حال سننے کے بعد والدہ ماجدہ نے بھیگی پلکوں کے ساتھ دست دعا دراز کیا اور یہ دعا مانگی "اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں اور تو بھی اس سے راضی ہو"۔ (نزہۃ المجالس ج1 ص192)

عاجزی و انکساری: سیدنا بایزید بسطامی ولایت کے امام اور گروہ اولیا کے سلطان تھے، اس عظیم الشان مقام پر فائز ہونے کے باوجود حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے، والدین کی خدمت، اساتذہ سے محبت، معاصرین سے الفت اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ کی کتاب زندگی سے صرف ایک واقعہ پیش کرتی ہوں جس سے آپ کی سادگی، انکساری اور اعلی اخلاق و کردار کا علم ہوگا۔ ایک مرتبہ آپ جامع مسجد میں نماز کے لیے تشریف لے گئے، اپنا عصا زمین میں گاڑ دیا، اس کے پہلو میں ایک دوسرے شیخ نے اپنا عصا گاڑا ہوا تھا، اتفاق کہیے کہ آپ کا عصا دوسرے عصا پر پڑا جس کی وجہ سے دوسرے شیخ کا عصا گر گیا۔ بزرگ وہیں کھڑے تھے چنانچہ انہوں نے جھک کر اپنا عصا اٹھایا اور اپنے گھر روانہ ہوگئے، حضرت بایزید بسطامی پیچھے سے ان کے گھر پہنچے اور معافی طلب کی اور فرمایا: آپ کو جھکنے کی تکلیف میری وجہ سے اٹھانی پڑی کہ میں نے اپنا عصا زمین پر اچھی طرح سے نہیں گاڑا تھا۔

آپ کے فضائل اولیااللہ کی زبانی: اللہ تعالی نے آپ کے سر پر فضائل و کمالات کا تاج سجایا ہے، آپ آسمان ولایت کے آفتاب اور اولیائے متقدمین کے امام ہیں، یہی وجہ ہے کہ وقت کے بڑے بڑے اولیا و صوفیا آپ کی شان میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ سید الطائفہ حضرت ابو القاسم جنید بن محمد بن جنید البغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: حضرت خواجہ بایزید بسطامی کا ہم میں وہ درجہ ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کا فرشتوں میں درجہ ہے۔ (کشف المحجوب)

حضرت مولانا جامی رحمہ اللہ آپ کے مقام و مرتبے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: "حضرت شیخ بایزید بسطامی کے متعلق منقول ہے جب حضرت بایزید بسطامی نماز پڑھتے تھے تو ان کے سینے کی ہڈیوں سے چٹکنے کی آواز اس طرح نکلتی تھی کہ لوگ اس آواز کو سن لیتے تھے، ان کی ہڈیوں سے یہ آواز ہیبت الہیٰ اور شریعت کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے نکلتی تھی۔ (نفحات الانس)

وصال مبارک: آپ کا وصال ۱۵ شعبان المعظم ۲۶۱ھ بمطابق ۸۷۵ء میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک آپ کے وطن بسطام میں مرجع خلائق ہے۔



ترجیحات میں ترمیم وقت کا جبری تقاضا

مفتی ازہار احمد امجدی ازہری، مرکز تربیت افتاء اوجھاگنج

متفرقات

حالات کے اعتبار سے ترجیحات میں ترمیم ہر وقت کی اہم ضرورت ہوتی ہے بلکہ ہر وقت کا جبری تقاضا ہوا کرتا ہے، جس قوم نے بھی حالات کو سمجھا اور اس کے لحاظ سے ترجیحات میں تبدیلی لائی؛ تو وہ قوم ترقی یافتہ نظر آئی، اس نے اپنی نسل کو تابناک مستقبل دیا بلکہ انہیں حالات کی تبدیلی کا خاص خیال کرنے کی وجہ سے وہ قوم صدیوں تک مختلف ملکوں پر حکومت کرتی ہوئی نظر آئی۔ قوم مسلم نے بھی شریعت کے دائرے میں رہ کر جب تک جبری تقاضے کا پاس ولحاظ رکھا، اس نے خود کو پوری دنیا کے سامنے عوج ثریا پر پایا، اپنی آنے والی نسلوں کو بہترین اور چمکتا ہوا مستقبل دیا اور صدیوں تک مختلف ممالک تو مختلف ممالک، وہاں کے باشندوں کے دلوں پر بھی حکومت کرتی رہی، یہ قوم مسلم ہی کی شان ہے کہ جسم وزمین کے ساتھ، دل پر بھی حکومت کرنا جانتی ہے، مگر یہ قوم جب سے شریعت کے دائرے میں رہ کر حالات کے اعتبار سے ترجیحات کو نظر انداز کرنے لگی، تنزلی اس کی پرچھائیں بن گئی، زمینی سطح پر اس کا وجود مٹتا چلا گیا اور تباہی وبربادی اس کا مقدر بنتی ہوئی نظر آئی۔ قوم مسلم کے لیے دو قسم کی ترجیحات ہوتی ہیں:

ایک قسم وہ ہے جسے ہر زمانہ میں ترجیح حاصل ہونی چاہیے، مثلا ایک وقت تھا کہ لوگ اچھائی کو برائی پر ترجیح دیتے تھے، مگر آج حال یہ ہو چکا ہے کہ لوگ برائی کو اچھائی پر ترجیح دیتے ہیں حالاں کہ آج بھی اچھائی ہی کو ترجیح دینا وقت کی ضرورت ہے، ایک وقت تھا کہ لوگ انفرادی فائدے کو اجتماعی فائدے پر قربان کر دیتے تھے مگر آج حالت ایں جا رسید کہ لوگ اجتماعی فائدے کو اپنے انفرادی فائدے کے لیے قربان کر دیتے ہیں، حالاں کہ آج بھی اجتماعیت کو فوقیت دینے کی سخت ضرورت ہے، ایک وقت تھا کہ لوگ اپنی ضرورت کے باوجود اپنے مسلم بھائی کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے اور آج بات یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ اپنی ضرورت نہ ہو تو بھی اپنے مسلم بھائی کی مدد کرنے سے کتراتے ہیں، حالاں کہ ایک مسلم کو اپنے مسلم بھائی کا ہمہ وقت خیال کرنا آج بھی بہت ہی اہمیت کا حامل ہے، ایک وقت تھا کہ یہ قوم اپنے آپ کو تعلیم وتربیت سے مزین کرنے کو ہر چیز پر فوقیت دیتی

ہے مگر آج حالت دگرگوں ہے، آج یہ قوم تعلیم وتربیت کو پس پشت ڈال کر صرف کھانے کو جینا سمجھ چکی ہے، حالاں کہ آج بھی تعلیم وتربیت ہی کو اپنا اصل مقصد بنانا اور اسی کو زندگی سمجھنا وقت کا اہم تقاضا ہے، ایک وقت تھا کہ یہ قوم ہمیشہ اپنے آپ کو باقوت و مضبوط بنانے کی فکر میں رہتی تھی مگر آج یہ قوم صرف عمارت کی چمک دمک پر توجہ دیتی ہے، حالاں کہ آج بھی اسے اپنی مضبوطی کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہنے کو ہی ترجیح دینا چاہیے، ایک وقت تھا کہ یہ قوم اصل کو اصل اور فرع کو فرع ہی کے منزل میں رکھتی تھی مگر آج بالکل اس کے برعکس نظر آتا ہے، عقیدتاً کچھ بھی ہو، مگر عملاً یہ قوم اصل کے ساتھ فرع اور فرع کے ساتھ اصل کا برتاؤ کرتی ہوئی نظر آرہی ہے اور فرع کے ساتھ یہ برتاؤ اس قدر دل میں گھر کر گیا ہے کہ اس کے سامنے اصل کی بات ہیچ نظر آتی ہے۔ حالاں کہ آج بھی عملاً اصل ہی کو فوقیت دینا وقت کا جبری تقاضا ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں حالات کے اعتبار سے تبدیلی ہونی چاہیے، مثلاً ایک وقت تھا کہ قوم مسلم کو رہنمائی کی گئی کہ وہ غریبوں کو کھانا کھلائیں؛ کیوں کہ آج کے بنسبت اس وقت غربت بہت زیادہ تھی، لوگوں کے لیے دو وقت کھانے کے لالے پڑے رہتے تھے، مگر آج حالت ایسی نہیں ہے؛ شاید باید ہی کوئی مل جائے جسے دو وقت کی روٹی نہ ملتی ہو؛ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے دسترخوان پر عموماً امیر یا کھاتے پیتے لوگ ہی نظر آتے ہیں؛ اس لیے غریب مل جائیں، فبہا ورنہ اس زمانہ میں ایصال ثواب کی نیت سے کھانے پلانے پر خرچ کرنے کے بجائے، وقت کے لحاظ سے اعلیٰ تعلیم وتربیت، اپنی قوم کو باقوت اور بڑا تاجر وغیرہ بنانے پر خرچ کرنا چاہیے۔ ایک وقت تھا کہ لوگ علمی پیاس بجھانے کے لیے مختلف ممالک کا سفر کرتے تھے، مگر آج حالت یہ ہے کہ عموماً لوگ بار بار مختلف ممالک میں موجود زیارت گاہوں کی زیارت کرنے کے لیے سفر کرتے ہیں، حالاں کہ یہ ایک بار ہو جائے، یہی کافی ہے اور نہ بھی ہو تب بھی کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ حالات زمانہ، قوم مسلم کو یہ باور کرانا چاہ رہے ہیں کہ یہ وقت نفلی سفر پر خرچ کرنے کا نہیں بلکہ اپنی قوم کی واجبی حالات پر خرچ کرنے کا وقت ہے، ایک وقت تھا کہ قوم مسلم اپنی ضروریات وحاجات تک محدود رہتی تھی یا حالات کے اعتبار سے ٹھاٹھ باٹھ میں تھوڑی بہت تبدیلی لاتی تھی، مگر آج حالت یہ ہے کہ ضروریات وحاجات سے بڑھ کر طرح طرح کی سہولیات جتنی بھی میسر آجائیں، سب کم ہی ہیں، ٹھاٹھ باٹھ میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی عجیب ہوڑ لگی ہوئی ہے، حالاں کہ دور حاضر کے حالات ہمیں یہ بار بار سمجھانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ میاں آپ ضروریات وحاجات تک محدود رہو یا حالات کے تقاضے کے مطابق تھوڑی بہت سہولیات بھی حاصل کرو، ایک دوسرے سے بڑھنے کی بھی انتھک کوشش کرو، مگر اس کے چکر میں اپنی قوم مسلم کی ضروریات وحاجات کو کبھی نہ بھولو، انھیں قعر مذلت میں نہ جانے دو، انھیں پس پشت ڈالنے کا سبب نہ بنو، ان کے مستقبل کو بھی سنوارنے کی فکر کرو تاکہ آپ کی قوم اس عالی مقام پر ہو، جہاں اسے ہونا چاہیے؛ کیوں کہ ہر مسلم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ محض فرد مسلم کی سلامتی میں فرد یا قوم مسلم کی سلامتی نہیں بلکہ اکثریت مسلم کی سلامتی میں ہی فرد و قوم مسلم کی سلامتی ہے۔

یاد رکھیں اگر اکثریت قوم مسلم سلامت نہیں رہی؛ تو آپ اپنے فردی وجود کو بھی مٹنے سے نہیں روک پاؤگے، اگر اکثریت قوم مسلم جیتی جاگتی نہیں رہی؛ تو آپ بھی جیتے جاگتے زیادہ دن نہیں رہ پاؤگے، اگر قوم مسلم کی اکثریت خوشحال نہیں رہی؛ تو آپ بھی زیادہ دن خوش حال نہیں رہ پاؤگے، اگر قوم مسلم کی اکثریت امن و امان سے نہیں رہی؛ تو عبادت گاہیں اور زیارت گاہیں بھی مامون نہیں رہ جائیں گی؛ اس لیے آج حالات کا جبری تقاضا ہے کہ ہم حالات وزمانے کے مطابق اپنے اور اپنی قوم کے اندر جائز طریقے سے تبدیلی لائیں، کیسی بھی حالت ہو، اچھائی کو ہمیشہ برائی پر ترجیح دیں، اجتماعی فائدے کے لیے ہمیشہ فردی قربانی کے لیے تیار رہیں، اپنی ضرورت پر مسلم بھائی کی ضرورت کو ترجیح دیں یا کم از کم اپنی ضرورت کے ساتھ مسلم بھائی کی ضرورت کا ضرور خیال رکھیں، کھانے سے زیادہ اعلی دینی و عصری تعلیم و تربیت پر توجہ دیں، عمارت زیادہ چمکانے کے بجائے اپنی اور اپنی قوم کی مضبوطی کے لیے پیش قدمی کریں، صرف عقیدتا نہیں بلکہ عملی طور پر بھی اصل کو اصل اور فرع کو فرع ہی کا درجہ دیں۔

نیز ترجیحات میں ترمیم لاکر ایصال ثواب کی نیت سے دور حاضر میں امیر کبیر اور کھاتے پیتے لوگوں کو کھانا کھلانے کے بجائے، ان پیسوں سے قوم کے بچوں کی دینی و عصری اعلی تعلیم و تربیت پر خرچ کریں، بار بار مختلف ممالک یا ملک کی زیارت گاہوں کی طرف جانے کے بجائے، ایک ہی بار پر اکتفا کریں اور باقی روپیوں سے ضرورت کے مطابق اپنی قوم کی لازوال خدمات انجام دیں، ضرورت سے زیادہ ٹھاٹھ باٹھ یا امیری کبیری دکھانے کے بجائے، اس کو اپنی حد میں رکھیں اور باقی روپئے سے اپنے بچے یا قوم کے بچوں کے مستقبل کو روشن و تابناک کرنے کی سعی مسعود کریں، یاد رکھیں کہ آنے والی نسلیں یہ نہیں دیکھیں گی کہ آپ نے کیا کھایا، کیا پیا، کیسا گھر بنایا اور کیسی کیسی سہولتیں حاصل کیں بلکہ وہ تو یہ دیکھیں گی کہ آپ نے ان کے مستقبل کے لیے کیا اقدام کیا، ان کی قوم کے لیے کونسا ایسا عمل کیا؛ جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان سر اٹھاکر جینے کے قابل ہو گئیں، وہ تو یہ دیکھیں گی کہ آپ نے انہیں کونسا پلیٹ فارم دیا؛ جس کی بنیاد پر وہ دینی و عصری قوت سے لیس ہو کر اسلام دشمنوں سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کے قابل ہو گئیں، وہ تو یہ دیکھیں گی کہ آپ نے کونسی قربانی دی؛ جس کی بنیاد پر آج وہ قعر مذلت سے نکل کر دین و دنیا کی بلندیوں میں پرواز کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں، وہ تو یہ دیکھیں گی کہ آپ نے انہیں کونسی قوت وطاقت دی ہے جس کی بنیاد پر کوئی انہیں ان کے ناکردنی کی سزا دینے کی جسارت نہیں کرپارہا ہے۔

صحیح معنوں میں اگر دیکھا جائے؛ تو عموما ہمارے اندر صحیح سوچ و فکر کا نہ ہونا یہ ہماری خود غرضی کا نتیجہ ہے، دور حاضر میں ہمارا مسلم معاشرہ بہت ہی خود غرض ہو چکا ہے، تقریبا ہر چھوٹا و بڑا اس خود غرضی کے بندھن میں ایسا جکڑ گیا ہے کہ اسے اپنے سوا کوئی دکھائی ہی نہیں دیتا، ہمیں اپنے اور اپنے معاشرے کے اس بندھن کو توڑنا ہو گا؛ کیوں کہ اسلام میں کبھی خود غرضی تھی ہی نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے جو قربانیاں دیں اور آج تک ان کی اتباع میں جو لوگ قربانیاں دیتے آرہے ہیں، اگر

ان کی بھی سوچ و فکر ہماری خود غرضی کی طرح ہوتی؛ تو شاید اسلام مکہ و مدینہ ہی میں سمٹ کر رہ جاتا، مگر رب تعالی نے انہیں وہ فکر و سوچ دی تھی جس کے ذریعے وہ صرف اسلام کے لیے ہی جیتے و مرتے تھے، ان کے اندر خود غرضی نام کی بھی نہیں تھی، آج ہمیں اسی فکر کو اپنانے اور اپنے معاشرے میں اسی فکر و سوچ کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھیں کہ اگر وقت اور حالات کے لحاظ سے ہم اور آپ نے ترجیحات و ترمیمات پر توجہ نہیں دی؛ تو مذہب اسلام کا کچھ نہیں بگڑے گا؛ کیوں کہ اسلام اپنی ٹھوس دلائل کی بنیاد پر بلند تھا، بلند ہے اور قیامت تک بلند رہے گا، البتہ بگڑے گا؛ تو ہمارا اور ہمارے معاشرے کا بگڑے گا، قوم مسلم کی حالت دگر گوں ہو گی، ان کی ذلت و رسوائی اور کمزوری کی وجہ سے اسلام اور قوم مسلم کو گالیاں پڑیں گی؛ اس لیے اپنے ساتھ، اپنی قوم مسلم کی بھی فکر کریں؛ کیوں کہ اسلام زندہ تھا، زندہ ہے اور تا قیامت زندہ رہے گا؛ اس لیے وہ ہمیں اور آپ کو اپنے صحیح طریقے پر بلا کر ہمیشہ کے لیے زندہ و جاوید رکھنا چاہتا ہے:

اسلام تیری نبض نہ ڈوبے گی حشر تک
تیری رگوں میں خون رواں ہے چار یار کا
انداز بیاں گر چہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

ارشادِ خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ

صرف نماز ہی منزل گاہِ عزّت کے قریب ہونے کا ذریعہ ہے، اس لیے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں بھی وارد ہے اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ (یعنی نماز مومن کی معراج ہے) تمام مقامات سے بالا تر نماز ہے حق تعالیٰ سے ملاقات کا وسیلہ اوّل نماز ہی ہے۔

(دلیل العارفین، ص119)



تراویح

قرآن پاک کے حافظ صاحبان اور تراویح کا عمومی اہتمام

مولانا ظفر الدین برکاتی، سابق مدیر اعلیٰ ماہنامہ کنز الایمان، دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ. (سورہ حجر آیت 9)

ترجمہ: بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں کفار کی اس بات "اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے" کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡکَ وَسَلَّمَ. بے شک ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے اور ہم خود تحریف، تبدیلی، زیادتی اور کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔"

قرآنِ حکیم کی حفاظت

تمام جن واِنس اور ساری مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ قرآنِ کریم میں سے ایک حرف کی کمی بیشی یا تغییر اور تبدیلی کر سکے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لیے یہ خصوصیت صرف قرآن شریف ہی کی ہے، دوسری کسی کتاب کو یہ بات مُیَسّر نہیں۔

حضرات محترم! قرآنِ کریم کی یہ حفاظت بنیادی طور پر کئی طرح سے ہوتی ہے جیسے :

(1) قرآنِ کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے۔ (2) اس کو معارضے اور مقابلے سے محفوظ کیا کہ کوئی اس کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو۔ (3) ساری مخلوق کو اسے معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار شدید عداوت کے باوجود اس مقدس کتاب کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔ (تفسیر خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۹، ۳/۹۵)

اگر کسی نے قرآن کے نور کو بجھانے، اس میں کمی زیادتی، تحریف اور تبدیلی کرنے یا اس کے حروف میں شکوک وشبہات ڈالنے کی کوشش کی بھی تو وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ قَرامِطہ کے مُلحد اور گمراہ لوگ سینکڑوں سال تک اپنے تمام تر مکر، دھوکے اور قوتیں

صرف کرنے کے باوجود قرآن کے نور کو تھوڑا سا بھی بجھانے پر قادر نہ ہو سکے، اس کے کلام میں ذرا سی بھی تبدیلی نہ کر سکے، نہ ہی اس کے حروف میں سے کسی ایک حرف کے بارے میں مسلمانوں کو شک وشبہ میں ڈال سکے۔ اسی طرح قرآنِ مجید کے زمانۂ نزول سے لے کر آج تک ہر زمانے میں اہلِ بیان، علمِ لسان کے ماہرین، بلاغت کے ماہرین، کلام کے شہسوار اور کامل اساتذہ موجود رہے، یونہی ہر زمانے میں بکثرت ملحدین اور دین وشریعت کے دشمن ہر وقت قرآنِ عظیم کی مخالفت پر تیار رہے مگر ان میں سے کوئی بھی اس مقدس کلام پر اثر انداز نہ ہو سکا اور کوئی ایک بھی قرآنِ حکیم جیسا کلام نہ لا سکا اور نہ ہی وہ کسی آیتِ قرآنی پر صحیح اِعتراض کر سکا۔

ایمان افروز حکایت

یہاں قرآنِ مجید کی حفاظت سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، حضرت یحییٰ بن اَکثَم فرماتے ہیں ”مامون رشید کی مجلس میں ایک یہودی آیا اور اس نے بڑی نفیس، عمدہ اور اَدیبانہ گفتگو کی۔ مامون رشید نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے انکار کر دیا۔ جب ایک سال بعد دوبارہ آیا تو وہ مسلمان ہو چکا تھا اور اس نے فقہ کے موضوع پر بہت شاندار کلام کیا۔ مامون رشید نے اس سے پوچھا ”تمہارے اسلام قبول کرنے کا سبب کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا ”جب پچھلے سال میں آپ کی مجلس سے اٹھ کر گیا تو میں نے ان مذاہب کا امتحان لینے کا ارادہ کر لیا، میں نے تورات کے تین نسخے لکھے اور ان میں اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی، اس کے بعد میں یہودیوں کے مَعبَد میں گیا تو انہوں نے مجھ سے وہ تینوں نسخے خرید لیے۔ پھر میں نے انجیل کے تین نسخے لکھے اور ان میں بھی اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی۔ جب میں یہ نسخے لے کر عیسائیوں کے گرجے میں گیا تو انہوں نے بھی وہ نسخے خرید لیے۔ پھر میں نے قرآن پاک کے تین نسخے لکھے اور اس کی عبارت میں بھی کمی بیشی کر دی۔ جب میں قرآن پاک کے وہ نسخے لے کر اسلامی کتب خانے میں گیا تو انہوں نے پہلے ان نسخوں کا بغور مطالعہ کیا اور جب وہ میری کی ہوئی کمی زیادتی پر مطلع ہوئے تو انہوں نے وہ نسخے مجھے واپس کر دیے اور خریدنے سے انکار کر دیا۔ اس سے میری سمجھ میں آگیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے میں نے اسلام قبول کر لیا۔ (قرطبی، الحجر، تحت الآیۃ:۹، ۵/ ۶، الجزء العاشر، ملخصًا)

حضرات گرامی! دیکھا آپ نے کہ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے جس کی وجہ سے اللہ پر ایمان و یقین رکھنے والوں کے دل و دماغ میں فطری طور پر قرآن پاک کے محفوظ ہونے کا پاکیزہ تصور موجود ہے، عملی طور پر بھی اہل ایمان، اس تصور کی تصویریں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور قیامت تک پیش کرتے رہیں گے۔

اب ایک دوسری آیت کریمہ پڑھتے اور سمجھتے ہیں پھر تصویر کا دوسرا پہلو پیش کرتے ہیں۔

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ وَ مِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ وَ مِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَیۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِیۡرُ. (سورہ فاطر آیت 32)

ترجمہ: پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے چُنے ہوئے بندوں کو کیا تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں کوئی درمیانہ راستہ اختیار کرنے والا ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے جانے والا ہے۔ یہ ہی بڑا فضل ہے۔

اس آیت میں دو باتیں ہیں پہلی یہ کہ اللہ نے فرمایا، اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ، ہم نے آپ کی طرف قرآنِ مجید کی وحی فرمائی پھر ہم نے اپنے چنے ہوئے بندوں کو اس کتاب کا وارث کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: چنے ہوئے بندوں سے مراد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت ہے کیونکہ اللہ نے انہیں تمام امتوں پر فضیلت دی اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی غلامی و نیاز مندی کی کرامت و شرافت سے مشرف فرمایا۔ (تفسیر خازن، فاطر، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳/ ۵۳۵)

دوسری بات یہ ہے کہ آیت کے دوسرے حصے سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت کے لوگوں کے تین مدارِج اور مَراتب بیان کیے گئے ہیں (1) کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔ (2) کوئی درمیانہ راستہ اختیار کرنے والا ہے۔ (3) کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے جانے والا ہے۔ ان تینوں کے مِصداق کے بارے میں مفسرین کے کثیر اَقوال ہیں. ایک قول ملاحظہ فرمائیں۔ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہ عَنْہَا نے فرمایا کہ سبقت لے جانے والے عہدِ رسالت کے وہ مخلص حضرات ہیں جن کے لیے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جنت اور رزق کی بشارت دی اور درمیانہ راستہ اختیار کرنے والے وہ اصحاب ہیں جو آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے طریقہ پر عمل کرتے رہے اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہم تم جیسے لوگ ہیں۔ (المطالب العالیۃ، کتاب التفسیر، ۳۰- سورۃ فاطر، ۸/ ۲۶۳، الحدیث: ۳۷۰۰)

دراصل یہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہ عَنْہَا کی طرف سے انتہائی اِنکساری کا اظہار ہے کہ اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ نے اپنے آپ کو تیسرے طبقے میں شمار فرمایا۔

یہاں ان تین مدارج کے افراد سے متعلق دو اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں، ایک حدیث شریف میں ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا سبقت لے جانے والا تو سبقت لے جانے والا ہی ہے اور درمیانہ راستہ اختیار کرنے والے کی نجات ہے جبکہ ظالم کی مغفرت ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، قسم الاقوال، الباب السابع، الفصل الرابع، ۱/ ۶، الجزء الثانی، الحدیث: ۲۹۲۲)

دوسری حدیث میں ہے، حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: نیکیوں میں سبقت لے جانے والا جنت میں بے حساب داخل ہو گا اور مُقْتَصِدْ سے حساب میں آسانی کی جائے گی اور ظالم مقامِ حساب میں روکا جائے گا، اس کو پریشانی پیش آئے گی پھر وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (تفسیر بغوی، فاطر، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳/۴۹۳)

آیت کا تیسرا حصہ

نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھ جانا ہی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور یہ صرف اسی کی توفیق سے ملتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ چنے ہوئے بندوں کو کتاب کا وارث بنانا ہی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

(ابو سعود، فاطر، تحت الآیۃ: ۳۲، ۴/۳۷۰، خازن، فاطر، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳/۵۳۶)

حضرات محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآن پاک کی حفاظت کا قدرتی اور الہیٰ نظام براہِ راست اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، البتہ اس کے بہت سے پہلو ہیں جیسے قرآن پاک کا کروڑوں مسلمانوں کے سینوں میں حفظ ہونا، پوری دنیا میں یکساں متن کی تلاوت اور تعلیم و تدریس، پوری دنیا میں مسلسل تلاوت اور عربی زبان کا زندہ رہنا۔ وغیرہ

قرآن پاک کی حفاظت کے قدرتی نظام کے اہم پہلو

قرآن حکیم دنیا کی واحد کتاب ہے جسے کروڑوں بچے، جوان اور بوڑھے زبانی یاد رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے اس میں کسی تبدیلی کا تصور بھی ناممکن ہے۔ یہ کتاب ہر دور میں سینہ بسینہ اور کتابی شکل میں پوری صحت کے ساتھ منتقل ہوتی رہی ہے۔ قرآن جس عربی زبان میں نازل ہوا، وہ آج بھی زندہ اور مستعمل ہے جو اس کی حفاظت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ان سب کے علاوہ بنیادی پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے، جس کی وجہ سے 1400 سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود اس کے ایک حرف میں بھی تبدیلی نہیں آئی۔ یہ دراصل الہی نظام کا ہی نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں نمازوں اور روزمرہ کی زندگی میں قرآن کی تلاوت کا بے پناہ ذوق اسے زندہ رکھتا ہے جو اس کی حفاظت کا ایک متحرک پہلو ہے۔ عملی طور پر دراصل یہی نظام قرآن پاک کو ہر قسم کی تحریف اور تبدیلی سے محفوظ رکھتا ہے۔

یعنی تلاوت قرآن اور حفظ و تحفیظ قرآن، دونوں ہی خدائی نظام کے بنیادی پہلو ہیں تو معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی تلاوت سیکھنے سکھانے اور زبانی یاد کرانے والے بھی اس خدای نظام کا حصہ بن گئے کیوں کہ وہی اس کے سبب ہیں. اسی لیے اللہ کے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا.

خیر کم من تعلم القرآن و علمه.

کہ تمہارے درمیان سب سے اچھا مسلمان وہ شخص ہے جو قرآن پاک کی تلاوت اور پڑھنے سمجھنے کا ہنر سیکھے اور سکھائے. سبحان اللہ

قرآن پاک کے اولین محافظین کا مقام

آپ جانتے ہیں کہ صحابہ کرام جو قرآن کے الفاظ و معانی کے ساتھ ساتھ اس پر انفرادی و اجتماعی طور پر عمل کرنے والے اور دنیا کو یہ بتانے والے ٹھہرے کہ قرآن پاک قابل عمل ہی نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے، پھر ان کے بعد ان کے اصحاب جن کو تابعین کہا جاتا ہے، کے حالات کا قلم بند ہونا بھی ضروری ٹھہرا تاکہ صحابہ کرام اور تابعین کے حالات ہم تک صحیح طور پر پہنچیں تو اس کے لیے، صحابہ کرام اور ان سبھی تابعین و تبعِ تابعین کے احوال کا تحفظ بھی ضروری ٹھہرا، اب کرشمہ الٰہی دیکھیے کہ ایسے چھ لاکھ افراد کے بارے میں پورا بایوڈاٹا مکمل معلومات کو بھی اللہ نے اپنے اہل قلم بندوں کے ذریعے تحفظ بخشا، وہ بھی سرسری نہیں بلکہ ان کی پوری تفصیلات کے ساتھ کہ یہ کون تھے اور کس زمانہ میں پیدا ہوئے، ان کی شخصیت کس درجہ و معیار کی تھی اور علم و فضل کس درجے کا تھا، کس کس سے کسبِ فیض کیا، ان کا حافظہ کیسا تھا، ان میں کیا اچھائیاں اور کیسی کیسی خوبیاں تھیں (وغیرہ) سب کچھ اس طرح ترتیب و تنظیم کے ساتھ ہمارے سامنے رکھ دیا گیا ہے کہ ہر آدمی ان کی شخصیت سے اطمینان بخش حد تک معلومات حاصل کر لے۔ صحابہ و تابعین کی تعارفی تاریخ لکھنے کے اس فن کو "اسماءِ رجال" کہتے ہیں اور یہ ایسا فن ہے کہ اس کی مثال دنیا کے کسی مذہبی و غیر مذہبی تاریخ میں نہیں ملتی، نہ مذہبی علوم میں اس کی مثال اور نہ غیر مذہبی علوم میں۔ یہ سب انعام ہے قرآن پاک کو حروف و الفاظ اور معانی و ہدایات و پیغام کے ساتھ عملی طور پر بھی محفوظ رکھنے کا. سبحان اللہ

حضرات گرامی! اس تاریخ سے ایک سبق یہ ہمیں ملا کہ ہم اپنے رب کی کتاب، نعمت اور احسان و کرم کو محفوظ رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تاریخ میں زندہ محفوظ فرما دیتا ہے. یہ شرف اپنے آپ میں اک منفرد انعام الٰہی ہے جو سب کو میسر نہیں.

قرآن پاک کے حافظ صاحبان اور تراویح کا عوامی اہتمام

اب عرض یہ کرنا ہے کہ ہر سال پوری دنیا میں قرآن پاک کو زبانی یاد کرنے اور اپنے سینوں میں محفوظ کرنے والے خوش نصیبوں کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے لیکن سب سے بڑا مرحلہ اور چیلنج ہے قرآن کو زندگی بھر یاد رکھنا جس کے لیے ہر حافظ قرآن کو اپنی ذاتی کوشش کے ساتھ ہماری ضرورت بھی ہوتی ہے یعنی قرآن پاک کو یاد رکھنے میں ہم بھی زندگی بھر حافظ قرآن کا تعاون کر سکتے ہیں اور اس کے لیے ہر دن ساتھ میں ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف رمضان المبارک کے مہینے میں ان کی خدمت حاصل کرنا ہے اور تراویح کا اہتمام کرنا ہے. ظاہر ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں فارغ ہونے والے سبھی حافظ صاحبان کو مسجدوں میں تراویح سنانے کا موقع نہیں مل سکتا، اس لیے ہمیں اپنے کشادہ گھروں میں، اپنے کارخانے اور پارکنگ میں، کثیر منزلہ عمارتوں کی چھتوں پر، مسلم محلے کے پارکوں اور باغیچوں میں، بڑی مسجدوں کی الگ الگ منزلوں میں اور آبادی کے قریب ویران

پڑی عید گاہوں، درگاہوں اور مقبروں میں اور خانقاہوں میں ختم قرآن کی تراویح کا اہتمام لازمی طور پر کرنا چاہیے تاکہ ہماری محبتوں اور امام بنانے کی الفتوں کی بدولت وہ قرآن کو زندگی بھر یاد رکھنے میں ہمت و حوصلہ کا مظاہرہ کرتے رہیں۔

اب جبکہ آپ نے بلکہ ہم سب نے ایک ایک حافظ قرآن کو تراویح کے لیے مصلیٰ فراہم کر دیا تو دوسرا مرحلہ آتا ہے باقی ماندہ حافظ صاحبان میں سے قرآن سنا رہے ہر حافظ کے پیچھے ایک دو تین حافظ قرآن سماعت کے لیے لگانے کا۔ جس طریقے سے ہم پیش امام حافظ صاحب کے لیے چند سو روپے اور ایک جوڑا کپڑے وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں اسی طرح ہزار پانچ سو روپے اور ایک ایک جوڑا کپڑے پیچھے سماعت کرنے والے حافظ صاحبان کو بھی پیش کر سکتے ہیں۔ یہ کام ہمیں سال میں صرف ایک بار کرنا ہے اور ہم نیت کر لیں تو بآسانی کر سکتے ہیں۔ اس لیے آج عہد کریں کہ قرآن پاک کی حفاظت کے خدائی نظام کا حصہ بننے والے حافظ صاحبان کی عزت و احترامِ اور حوصلہ افزائی کا خیال رکھیں گے اور بڑے پیمانے پر تراویح کا اہتمام کریں گے. ان شاء اللہ

رمضان المبارک کے اہم واقعات

- ✓ یکم رمضان المبارک حضرت شیخ عبدُالقادِر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادتِ باسعادت یکم رمضانُ المبارک 471 ہجری کو ہوئی۔
- ✓ 3رمضان المبارک 11 ہجری کو نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی شہزادی حضرت سیّدتُنا فاطمۃُ الزّہراء رضی اللہ عنہا کا وِصال مدینۂ منوّرہ میں ہوا۔
- ✓ 10رمضان المبارک اعلانِ نبوت کے دسویں سال حُضور نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی پہلی شریکِ حیات حضرت سیّدتُنا خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وِصال مکۃُ المکرمہ میں ہوا اور تدفین جنّتُ المعلیٰ میں ہوئی۔
- ✓ 15رمضان المبارک 3 ہجری کو نواسۂ رسول اللہ حضرت سیّدُنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادتِ باسعادت مدینۂ منوّرہ میں ہوئی۔
- ✓ 17رمضان المبارک 2 ہجری میں اسلام اور کفر کی پہلی جنگ مقامِ بدر پر میں ہوئی۔
- ✓ 17رمضان المبارک 57 یا 58 ہجری میں اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وِصال مدینۂ منوّرہ میں ہوا۔
- ✓ 21رمضان المبارک 40 ہجری میں خلیفۂ چہارم، امیرُ المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ وجہہُ الکریم نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔
- ✓ 21 رمضان المبارک سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے عظیم بزرگ قطب عالم سیدنا خواجہ قیام اصدق الصادقی الچشتی القادری رضی اللہ عنہ (آستانہ چشتی چمن پیر بیگہ شریف، نالندہ، بہار کا یوم وصال ہے۔
- ✓ 27رمضان المبارک لیلۃ القدر۔



متفرقات

سب کچھ وقت کے گرداب میں گم ہو جائے

حافظ افتخار احمد قادری، کریم گنج، پورن پور، پیلی بھیت

کبھی لمحہ بھر کے لیے آنکھیں بند کر کے سوچیں کہ ہم اس دنیا میں ہمیشہ کے لیے نہیں آئے بلکہ ہماری یہ زندگی ایک سفر ہے اور ہم اس سفر کے مسافر ہیں۔ ہم صبح سے شام تک دوڑتے ہیں، خواب بنتے ہیں، خواہشات کے پیچھے بھاگتے ہیں، منصوبے بناتے ہیں اور یہ سب کرتے ہوئے بھول جاتے ہیں کہ ہر گزرتا لمحہ ہمیں ہماری آخری سانس کے قریب لے جا رہا ہے۔ یہ زندگی چاہے جتنی بھی رنگین کیوں نہ ہو اس کا انجام ایک دن خاموشی ہے۔ وہ دن بھی آئے گا جب ہماری سانسیں تھم جائیں گی، آنکھوں کی چمک بجھ جائے گی اور ہماری آواز ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے گی۔ نہ کسی کو فون کیا جائے گا، نہ کسی کو پیغام بھیجا جائے گا، بس ایک خبر ہو گی کہ فلاں شخص اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ اس وقت لوگ حیران ہوں گے، کچھ لمحوں کے لیے افسوس کریں گے، چند آنکھیں نم ہوں گی، چند دل تڑپیں گے لیکن پھر سب اپنی زندگی کی مصروفیات میں واپس چلے جائیں گے۔ جنازہ پڑھا جائے گا، دعائیں کی جائیں گی، ہمارے گھر میں کھانا کھایا جائے گا، ہمارے لیے مغفرت کی دعائیں کی جائیں گی لیکن چند دن بعد ہم محض ایک یاد، ایک نام یا ایک قبر کا پتہ بن کر رہ جائیں گے۔ کوئی یاد نہیں کرے گا کہ ہم کس طرح ہنستے تھے؟ کس طرح روتے تھے؟ ہمارے خواب کیا تھے؟ ہماری خواہشیں کیا تھیں؟ یا ہم نے کس سے کتنا پیار کیا تھا؟ سب کچھ وقت کے گرداب میں گم ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لیے تیاری کرے اور بے وقوف وہ ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا رہے اور اللہ سے امیدیں باندھتا رہے۔ (سنن ترمذی)

اسی لیے جب تک زندگی ہے اس کے ہر لمحے کو قیمتی سمجھو، اپنے دل کے بوجھ ہلکے کر دو، گلے شکوے ختم کر دو، نفرتوں کو دل سے نکال دو۔ محبت کو عام کرو، دوسروں کو معاف کرو، اپنے والدین اور بزرگوں کی قدر کرو، دوستوں اور رشتہ داروں سے پیار کے رشتے جوڑو۔ دنیا کے جھوٹے غرور، حسد اور انا کو چھوڑ دو کیونکہ یہ سب کچھ قبر کے دہانے پر بے کار ہو جائے گا۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

سب سے بہتر انسان وہ ہے جو دوسروں کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی)

اس لیے وہ کام کرو جو تمہارے مرنے کے بعد تمہیں زندہ رکھے۔ کوئی نیک عمل، اچھا کردار، کوئی خوشبو جو تمہارے بعد بھی دوسروں کے دلوں میں باقی رہے۔ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو کسی کے دکھ بانٹو، کسی کے زخموں پر مرہم رکھو۔ اس زندگی کو ایسے گزارو کہ تمہارے جانے کے بعد لوگ صرف تمہاری موت پر نہیں روئیں بلکہ تمہاری زندگی کو یاد کر کے دعائیں کریں، تمہارے کیے گئے اچھے کاموں کا ذکر کریں اور تمہارا نام عزت سے لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین چیزوں کے صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔" (صحیح مسلم)

یاد رکھو! زندگی کی اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم مسافر ہیں اور یہ دنیا ایک سرائے ہے۔ ہم سب کو یہاں سے جانا ہے لیکن خوش نصیب وہ ہیں جو اپنی زندگی کو اس طرح جیتے ہیں کہ ان کی یادیں خوشبو کی طرح پھیل جائیں اور ان کے اعمال ان کے لیے صدقہ جاریہ بن جائیں۔ اس لیے آج سے فیصلہ کرو کہ سچ بولو، محبت پھیلاؤ، شکایتیں چھوڑ دو، معاف کر دو اور ایسا کردار چھوڑ جاؤ جو تمھارے جانے کے بعد بھی تمہیں زندہ رکھے۔ کیونکہ موت کے بعد انسان کا جسم مٹی میں چلا جاتا ہے لیکن اس کا کردار، اس کی سوچ اور اس کے اعمال لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔ وقت گزر جاتا ہے، چہرے مٹ جاتے ہیں، آوازیں خاموش ہو جاتی ہیں لیکن جو اثر انسان چھوڑ جاتا ہے وہ وقت کی گرد میں بھی ماند نہیں پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں انسان کی اصل پہچان نہ اس کا چہرہ ہوتا ہے نہ اس کی دولت و شہرت بلکہ اس کا اخلاق، رویہ اور کردار ہی اس کی سب سے بڑی پہچان ہوتے ہیں۔ دنیا میں لوگ آپ کو آپ کی حیثیت سے نہیں بلکہ آپ کے برتاؤ سے یاد رکھتے ہیں۔ آپ نے کسی کی دل جوئی کی، کسی گرتے ہوئے کو تھاما، کسی بھٹکے ہوئے کو راہ دکھائی، کسی روتے کو ہنسایا تو یہ سب وہ نیکیاں ہیں جو آپ کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں۔ وہ لمحے جن میں آپ نے کسی کی زندگی میں سکون بھرا، وہ باتیں جنھوں نے کسی کو حوصلہ دیا، وہ دعائیں جو کسی کے دل سے نکلی تھیں آپ کے لیے یہی وہ خزانے ہیں جو جسمانی موت کے بعد بھی انسان کے نام کو زندہ رکھتے ہیں۔ یاد رکھیں! دولت وقتی ہے، شہرت عارضی ہے، مقام بدل جاتے ہیں لیکن نرم لہجہ، سچائی، خلوص اور محبت وہ خوشبو ہے جو انسان کے جانے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں اور سانسوں میں مہکتی رہتی ہے۔ دنیا کی بھیڑ میں ہر کوئی بڑا بننا چاہتا ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ اصل بڑا وہی ہوتا ہے جو دلوں میں جگہ بناتا ہے نہ کہ صرف خبروں میں۔

اگر آپ نے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا، کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھا، کسی مظلوم کی آواز بنے، یا کسی کو علم، وقت یا پیار دیا تو سمجھ لیجیے کہ آپ نے وہ کام کر لیا جو موت کے بعد بھی آپ کے وجود کو زندہ رکھے گا۔ آپ خود شاید نہ رہیں لیکن آپ کی مہربانی، آپ کی دعائیں، آپ کی نیکی لوگوں کی زبان پر، دلوں میں اور دعاؤں میں باقی رہے گی۔ اصل چیز یہ نہیں کہ دنیا نے آپ کو کتنا پہچانا بلکہ یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو کیا دیا اور دلوں میں کون سی یاد چھوڑ دی۔ لوگ آپ کو کتنی دیر یاد رکھتے ہیں۔ یہ آپ کی زندگی کے اصل معیار کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر آپ صرف دنیا میں آئے، جیسے اور چلے گئے تو پھر اور کسی جانور یا پرندے میں کیا فرق رہا؟ انسان تو وہ ہے جو دلوں پر اثر چھوڑ جائے اور جانے کے بعد بھی نفع دے۔ محبت و خدمت اور اچھے اخلاق وہ خوشبو ہیں جو انسان کے بعد بھی باقی رہتی ہیں۔ وہ خوشبو جو وقت کے ساتھ ماند نہیں پڑتی بلکہ پھیلتی ہے نئی نسلوں تک پہنچتی ہے۔ وہ علم جو آپ نے بانٹا، وہ تربیت جو آپ نے دی، وہ حرف جو آپ نے محبت سے کہا وہ سب صدقہ جاریہ بن کر آپ کے اعمال نامے میں لکھا جاتا رہتا ہے۔ زندگی کا اصل مقصد یہی ہے کہ انسان اتنا اچھا ہو جائے کہ اس کے جانے کے بعد لوگ صرف آنسو نہ بہائیں بلکہ کہیں: یہ وہ شخص تھا جس نے ہمیں جینا سکھایا، جو دلوں کو جوڑ گیا جو روشنی دے گیا۔



ام المؤمنین سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

مولانا سید وجیہ الدین احمد، دارالعلوم ساؤتھ افریقہ

گوشہ خواتین

حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں ایک نام ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

اسم گرامی وکنیت:

مشہور روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کا نام نامی اسم گرامی رملہ ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کا نام ہند ہے لیکن شہرت رملہ ہی کو حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام حبیبہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر سے ایک بیٹی ہوئی تھی جن کا نام حبیبہ تھا۔ حضرت حبیبہ کو صحابیہ ہونے کا اعزاز اور نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ربیبہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ انہی کی نسبت سے آپ کی کنیت ام حبیبہ ہے اور آپ اپنی کنیت سے ہی مشہور و معروف ہیں۔

ولادت باسعادت:

"الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ" میں مرقوم ہے کہ آپ کی ولادت اعلان نبوت سے سترہ سال قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جس سال اعلان نبوت فرمایا اس وقت آپ کی عمر شریف سترہ سالہ نوجوان خاتون کی تھی۔

والدین کا تعارف:

آپ کے والد صخر بن حرب المعروف بہ ابوسفیان ہیں جو مکہ مکرمہ کے امیر کبیر اور بااثر اشخاص میں سے ایک تھے، قریش کے نظام ریاست کے فوج کی علم برداری کا سہرا ابوسفیان کے سر تھا گویا ابوسفیان قریش کے فوج کے سربراہ اور Commander-in-Chief تھے، اعلان نبوت کے بعد سے فتح مکہ تک اسلام اور پیغمبر اسلام کے جانی دشمن تھے چنانچہ ابوسفیان مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگوں میں قریش کے ساتھ قدم بقدم رہے، غزوہ احد اور غزوہ احزاب میں کفار قریش کی زمام قیادت انہی کے ہاتھوں میں تھی۔ لیکن جب فتح مکہ کے آثار نظر آئے اور اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بے مثال کردار سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کیا تو دل کی تاریکیاں کافور ہو گئیں اور اخلاق نبوت کے نور سے ابوسفیان کا خانۂ دل منور و مجلی ہو گیا۔ کلمہ

پڑھ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے اور اس طرح فتح مکہ کے دن اسلام کا جانی دشمن ابوسفیان حضرت کے تکریمی خطاب سے مشرف ہوئے اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت نے ایسا جادو جگایا کہ وہ جان و دل سے حضور کے ہو کر رہ گئے ۔

والدہ:

آپ کی والدہ کا نام صفیہ ہے جو کہ امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔

نسب پدری:

والد کی طرف سے آپ کے نسب کی تفصیل یہ ہے: ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

نسب مادری:

ماں کی طرف سے ام حبیبہ کے نسب کی تفصیل درج ذیل ہے: صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف۔

نسبی اعتباری سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ام حبیبہ کی قربت:

مذکورہ نسب نامہ سے یہ امر واضح ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا نسب چار واسطوں کے بعد پانچویں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب شریف سے جاملتا ہے۔ کیونکہ ام حبیبہ کے شجرہ نسب میں پانچواں نام عبد مناف کا ہے جو کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چوتھے نمبر پر دادا ہیں۔ اس تفصل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی وہ ازواج جو قریش سے ہیں ان میں ام حبیبہ کو اس حیثیت سے امتیاز حاصل ہے کہ آپ کا نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے کم واسطوں سے جاملتا ہے۔

ام حبیبہ کا پہلا نکاح:

ہر والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ بچی کی تربیت کے بعد اس کا نکاح کسی اچھے شخص سے کر دیا جائے چنانچہ ابوسفیان نے اپنی بیٹی ام حبیبہ کا نکاح عبید اللہ بن جحش سے مکہ مکرمہ میں کیا۔ اور ام حبیبہ عبید اللہ بن جحش کے ساتھ رہنے لگیں۔

حضرت ام حبیبہ کا قبول اسلام:

تقدیر الٰہی میں یہ بات متعین تھی کہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مشرف بہ اسلام ہو کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آنا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی آپ کی طبیعت میں شرافت، طہارت، نجابت اور پاکیزگی کو ودیعت فرمادیا تھا۔ عہد طفولیت میں بھی آپ برائیوں سے ودر رہتی تھیں ، عقل و شعور کا مظاہرہ کر کے اوصاف رذیلہ اور اخلاق ناپسندیدہ سے دور رہنے کی کوشش کرتیں اور اوصاف حسنہ واخلاق شریفہ کو پسند کر کے اس پر عمل پیرا ہوتی تھیں۔ آپ کی انہی باطنی خوبیوں کا ثمرہ اور نتیجہ تھا کہ جب پیغمبر اسلام رحمت عالمیان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاران کی چوٹی

سے صدائے حق بلند فرمائی اور یہ پیغام حق وصدائے دل نواز ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے کانوں تک پہنچی تو صداقت کی اثر آفرینی کانوں کے رستے قلب وروح میں اترتی چلی گئی اور بے خطر آپ کلمۂ حق قبول کر کے دامن اسلام سے وابستہ ہو گئیں۔

حضرت ام حبیبہ کی حبشہ ہجرت:

حضرت ام حبیبہ قبول اسلام کے بعد مکہ میں ہی مقیم رہیں، کفار کی طرف سے ہونے والے مصائب و آلام کا صبر کے ساتھ سامنا کیا، اعزہ واقربا اور گھر والوں کی طرف بائیکاٹ کو بھی مسکراتے ہوئے برداشت کر لیا، اسی دوران حبشہ کی طرف مسلمانوں نے ہجرت کی لیکن آپ نے حبشہ کا رخ نہیں کیا اور ان کے مظالم پر صبر کرتے ہوئے کعبۃ اللہ کی چھاوں میں رہنا ہی پسند کیا پھر جب گھر اور قبیلے والوں کی طرف سے ایذا رسانیوں کی حد ہو گئ تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حبشہ کی جانب ہجرت کا قصد فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے اذن لے کر اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش اور دیگر حضرات مسلمین و مسلمات کے ساتھ حبشہ کی جانب عازم سفر ہوئیں۔ {الطبقات الکبری۔ج۸۔ص۹۶}

آپ بوقت ہجرت حمل سے تھیں۔ ایک قول کے مطابق قبل ہجرت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو لڑکی مسمی حبیبہ کی ولادت ہوئی اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنی نومولد بیٹی حبیبہ کو گود میں لے کر حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ الغرض حبشہ پہنچ کر نیل گوں آسمان کے نیچے ایک چھوٹ سا خیمہ نصب کیا گیا اور ام حبیبہ اپنی بیٹی حبیبہ اور اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ صبر وشکر کے ساتھ زندگی کے ایام پر سکون ماحول میں گزارنے لگیں۔

اولاد:

حبشہ کی سرزمین پر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ فروکش ہوئیں،۔ یہیں حضرت ام حبیبہ کو ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کا اسم گرامی حبیبہ رکھا گیا۔ اور بقول بعض حبیبہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اپنی ماں کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ آئیں۔ الغرض حبشہ پہنچ کر نیل گوں آسمان کے نیچے ایک چھوٹ سا خیمہ نصب کیا گیا اور ام حبیبہ اپنی بیٹی حبیبہ اور اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ صبر وشکر کے ساتھ زندگی کے ایام پر سکون ماحول میں گزارنے لگیں۔

حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی تربیت میں پروان چڑھیں، ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئیں۔ بعد میں اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زیارت کر کے شرف صحابیت حاصل کیا نیز حضور کے کاشانۂ اقدس میں رہ کر تربیت حاصل کی اور انہیں آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ربیبہ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ "تہذیب الکمال" میں تحریر ہے

شوہر کا ارتداد

حبشہ پہنچ کر دشمنان اسلام سے تو سکون نصیب ہوا لیکن ایک آفت یہ آئی کہ آپ کے شوہر عبید اللہ بن جحش نے نصرانیت قبول کر کے اسلام سے پھر گیا اور پھر شراب کا ایسا عادی ہوا کہ روز وشب شراب کے نشے میں رہتا۔ پھر اسی ذلت ورسوائی کے عالم میں واصل جہنم ہوا۔

عالم مصائب میں ایک پر سکون خواب:

دس سال کا عرصہ غم واندوہ اور مصائب و آلام کی چلچلاتی دھوپ میں گزر گیا لیکن اللہ رب العزت کی خدا رسیدہ بندی کی زبان پر حرف شکوہ آیا نہ پیشانی پر کسی طرح کا شکن محسوس ہوا۔ وہ صبر و شکر کی چادر اوڑھے زندگی کا سفر طے کرتی رہیں یہاں تک کہ اللہ رب العزت کی رحمت جوش میں آئی اور اپنی صالحہ بندی پر ایسا انعام و اکرام فرمایا جس سے سارے غم دم زدن میں مندمل ہو گئے اور ماضی کی ساری پریشانیاں دل و دماغ سے حرف غلط کی طرح محو ہو گئیں۔ اللہ رب العزت کے ان انعامات و اکرامات کا آغاز ایک مبارک خواب سے ہوا۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ نے ایک رات خواب دیکھا کہ کوئی ندا دینے والا انہیں **"ام المومنین "** کے مبارک خطاب سے ندا دے رہا ہے۔ اس خواب کے بعد آپ کو یقین ہو گیا کہ بہت جلد انہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زوجیت میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہو گا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم آپ سے نکاح فرمائیں گے۔

{المستدرک ج ۴ ص ۲۲}

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جانب سے پیغام نکاح:

"سیر اعلام النبلا" کے مطابق ۶ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صحابی حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا دو پیغام لے کر شاہ حبشہ کے پاس تشریف لائے ، ایک مکتوب شاہ حبشہ کے نام توحید و رسالت پر ایمان لانے سے متعلق تھا جبکہ دوسرے مکتوب میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام نکاح تھا۔ حضرت ام حبیبہ نے اس پیغام کو قبول کیا اور سیدہ ام حبیبہ کو حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زوجیت میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا

مدینہ آمد:

حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف رخصت ہونے سے قبل حضرت ابرہہ نے ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو دلہن کی طرح آراستہ کیا اور پھر شاہ حبشہ نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ کو مدینہ منورہ سرکار دعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ ۷ ہجری میں آپ مدینہ منورہ تشریف لائیں حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی کے حسن اسلام کے بارے میں بتایا جس پر حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مسرت کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابرہہ رضی اللہ عنہا کی عقیدت اور ان کے اسلام و سلام کی بھی خبر دی جس پر آپ نے تبسم فرمایا اور سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا وعلیھا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔{المستدرک ج ۴ ص ۲۴}

نکاح کے فوائد:

ام حبیبہ نے قبول اسلام کے نتیجے میں ایک عرصہ مصائب و آلام کا سامنا کیا جس کی وجہ سے ان کی زندگی اجیرن بن چکی تھی چنانچہ اللہ تبارک و تعالی نے انہیں ان کے صبر و استقلال اور ثابت قدمی کا صلہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے نکاح کی

شکل میں عطا فرمایا اور اس نکاح کے ذریعہ حضرت ام حبیبہ کا دس سالہ تلخ ماضی حرف غلط کی طرح ان کتاب زندگی سے محو ہو گیا اور وہ اپنی زندگی میں بہار ہی بہار تصور کرنے لگیں۔ اس طرح اس نکاح کا یہ بڑا مذہبی اور انسانی فائدہ حاصل ہوا نیز سیاسی طور پر اس نکاح کا بہت ہی زبردست اور اثر انگیز فائدہ اس طور پر حاصل ہوا کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابو سفیان اور ان کا قبیلہ بنو امیہ جو اب تک اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا اور کسی بھی زاویہ سے اسلام کے تئیں نرم گوشہ نہیں رکھتا تھا اس نکاح کے بعد اس رویہ میں قدرے تخفیف پائی گئ چنانچہ ابو سفیان جو اب تک اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کی قیادت کرتے تھے ،اسلام کے خلاف اکثر جنگوں میں اس نے ہی لشکر قریش کی قیادت کی تھی اس نکاح کے بعد وہ دشمنان اسلام کے ساتھ توضرور کھڑا نظر آتا تھا لیکن قیادت کی زمام سنبھالنے سے اس نے معذرت کر لی تھی جس کا یقینی طور پر مسلمانوں کو سیاسی فائدہ حاصل ہوا۔ قرآن مجید فرقان حمید نے اس شادی کی برکات وحسنات کا تذکرہ اس آیت میں فرمایا ہے:

عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّجۡعَلَ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَ الَّذِيۡنَ عَادَيۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ مَّوَدَّةً {الممتحنہ۔۷}

ترجمہ: قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے محبت:

حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے محبت مدار ایمان ہے۔ حضرات امہات المومنین رضوان اللہ تعالی علیھن اجمعین نے بحیثیت بیوی اور بحیثیت امتی حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ایسی محبت و مودت کا مظاہرہ کیا جو سیرت النبوی کا خوبصورت باب ہے۔ اس ذیل میں ام حبیبہ کی عقیدت و محبت اور تعظیم و تکریم کا بیان قابل قدر ،باعث رشک اور لائق تقلید ہے چنانچہ کتب حدیث وسیرت میں مرقوم ہے کہ آٹھ ہجری میں جب قریش کی طرف سے معاہدہ حدیبیہ کے دفعات کی قریش کی جانب سے خلاف ورزی کی گئ جس کے بعد حضور نے انہیں اصلاح کرنے یا پھر حدیبیہ کے معاہدہ کے ختم ہونے کا آپشن دیا ۔کفار قریش اصلاح کی طرف توجہ دینے کے بجائے جوش غضب میں آکر انہوں نے اعلان کیا کہ اب حدیبیہ کا معاہدہ ہمیں منظور نہیں۔ لیکن بعد میں انہیں اپنے غلط فیصلے کا احساس ہوا چنانچہ ابو سفیان قریش کی طرف سے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ اس موقع پر سب سے پہلے وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے ان کے در دولت پر آیا۔ باپ نے بیٹی سے اذن طلب کیا عرصہ دراز کے بعد ایک باپ بیٹی سے مل رہا ہے اور بیٹی باپ سے روبرو ہو رہی ہے۔ اس موقع پر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے محبت رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ایسا مظاہرہ کیا جس کے بیان پر تاریخ عالم کو رشک آتا ہے اور محبت و عقیدت ام حبیبہ کے نام پر فخر محسوس کرتی ہے ،ام حبیبہ کے حجرہ میں داخل ہو کر ابو سفیان نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بستر اقدس پر بیٹھنا چاہا مگر حضرت ام حبیبہ نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بستر مبارک لپیٹ دیا {یہ دیکھ کر} ابو سفیان نے کہا: اے بیٹی! کیا یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس کے قابل نہیں۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بستر اقدس ہے اور تم ناپاک مشرک ہو۔ یہ سن کر ابو سفیان نے کہا: بیٹی میرے بعد تمہارے پاس شر آ گیا ہے۔

قارئین وناظرین: اس روایت کو پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور سوچیں کہ برسوں بعد ایک بیٹی اپنے باپ سے مل رہی ہے، بچپن کی یادیں، ماں باپ کا خیال ذہن کی اسکرین پر ہو ایسے میں دل کے اندر پیار و محبت اور ادب واحترام کا پیدا ہونا فطری ہے لیکن اس فطری امر پر بھی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے عشق رسول علیہ التحیۃ والثناء پر غالب نہ آسکا اور انہوں نے ثابت کر دیا کہ ام حبیبہ کے دل میں ہر رشتہ سے بڑھ کر پیار و محبت اور عقیدت و احترام حضور علیہ التحیۃ والثناء کا ہے۔ماں باپ کا تعلق بھی اس راہ میں روڑا نہیں بن سکتا ہے اور اپنے عمل کے ذریعہ امت کے مرد و خواتین کو یہ درس دیا کہ:

کی محمد سے وفا تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

فضائل ومناقب:

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مجمع الفضائل والکمالات تھیں۔اللہ تعالی نے آپ کی ذات میں بے شمار خوبیوں کو مجتمع فرمادیا تھا۔آپ اخلاق نبوی سے آراستہ، شرم وحیا کی تصویر کامل، عبادت وریاضت میں یگانہ، زہد وورع میں بے مثال، تقوی و طہارت کی شاہکار عابدہ زاہدہ پارسہ صالحہ عفیفہ خاتون تھیں اور ان سب پر مستزاد آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے کاشانہ اقدس کی ملکہ اور اسرار خدا اور سول کی راز دار تھیں۔آپ کی شان بیان کرتے ہوئے امام ابن کثیر رقم طراز ہیں:

"کانت ام حبیبہ من سیدات امہات المومنین و من العبادات الورعات رضی الله عنها"

{زوجات الرسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ص۲۷۸}

یعنی: ام حبیبہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین کی سرداروں میں سے اور نیک عبادت گزاروں میں سے تھیں۔

وصال: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد تقریبا چونتیس برس تک حیات رہیں اور دین وسنت کی ترویج واشاعت اور امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہیں۔آپ نے خلفائے راشدین مہدین کا مبارک زمانہ دیکھا۔اس کے بعد اپنے علاتی بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد حکومت میں ۴۴ ہجری کو اس دار فانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ فرمایا اور اپنے مالک حقیقی کے جوار رحمت میں پہنچ گئیں، اور جنت البقیع میں ازواج مطہرات کے حظیرہ میں مدفون ہوئیں۔

آپ کا انتقال سیدنا مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کاشانہ اقدس میں ہوا حضرت علی بن حسین فرماتے ہیں کہ: میں دار علی ابن ابی طالب میں داخل ہوا اور کسی ضرورت کے پیش نظر ایک کونے میں زمین کھودی گئی تو ہمیں ایک پتھر {کتبہ} ملا جس پر لکھا ہوا تھا"هذا قبر رملة بنت صخر" {الزوجات النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ص۲۷۹}

اہل اسلام کی مادران شفیق

بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

ادب اطفال

چیونٹی کے پر



ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی، مالیگاؤں

بیان کیا جاتا ہے، ایک شخص اس قدر مفلس اور نادار تھا کہ تن ڈھانکنے کے لیے اس کے پاس کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا، وہ اپنا جسم ریت میں چھپائے رکھتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے وقت کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس طرف سے گزرے تو اس شخص نے درخواست کی کہ یا حضرت میرے لیے اللہ پاک سے دعا فرمایئے کہ وہ میری غربت دور فرما دے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس پر رحم آ گیا۔ آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی اور اللہ رب العزت نے چند دنوں ہی میں اس کی غربت کو خوشحالی میں بدل دیا۔

اس واقعے کے کچھ عرصے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اس طرف گزرے تو آپ نے دیکھا کہ اس شخص کو لوگوں نے پکڑ رکھا ہے اور اسے برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ حضرت فوراً وہاں پہنچے اور لوگوں سے پوچھا کہ تم اسے کیوں ستا رہے ہو، کیا اس نے کوئی خطا کی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا، یہ بہت خراب اور آوارہ آدمی ہے، پہلے تو شراب پی کر غل غپاڑا ہی کرتا تھا، آج اس نے ایک بے گناہ عورت کو قتل کر دیا، اب اسے قاضی کے پاس لے جائیں گے اور وہ اس کے اس سنگین جرم کی سزا دے گا۔

لوگوں نے بتایا کہ جب سے خوشحال ہوا، لوگوں کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ اس کی خوشحالی اس کے لیے عذاب ثابت ہوئی، کم ظرف کو طاقت حاصل ہوتی ہے تو وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ خدا نے سب کی حالت ایک جیسی نہیں رکھی یہ عین حکمت کے مطابق ہے

ع

مل جاتا اگر بلی کو اڑنے کا ہنر تو
اک آن میں کر دیتی وہ چڑیوں کا صفایا
پا لیتا اگر سینگ گدھا گائے کی مانند
پاس اپنے کسی کو وہ بھٹکنے بھی نہ دیتا

وضاحت: اس حکایت میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس فرق کی طرف اشارہ کیا ہے، جو کم ظرف اور عالی شرف اور غیر شریف لوگوں کے مابین دیکھا جاتا ہے۔ کسی کے شریف اور غیر شریف بن جانے کے اسباب خواہ کچھ بھی ہوں اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ فرق موجود ہے۔ اسی طرح یہ بھی نا قابل تردید سچائی ہے کہ اگر بد فطرت انسان کسی طرح طاقت حاصل کر لیتا ہے تو وہ دنیا کے لیے عذاب بن جاتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات خاص طور پر سمجھنے کے قابل ہے کہ اللہ پاک نے جبر سے کسی کو شریف اور کسی کو کمین نہیں بنایا۔ بلکہ یہ دونوں حالتیں انسانوں کے اپنے کیے کی بنا پر ہیں۔ ایک بد فطرت شخص شریف اور بری عادات میں پھنس کر ایک شریف آدمی رذیل بن جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر، اگرچہ دنیا کا نظام چلانے کے لیے انسانوں کا مختلف حیثیتوں میں ہونا فطرت کا تقاضا تو ضرور ہے لیکن یہ بات انسانوں کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ زندگی کے اسٹیج پر اپنے لیے کون سا کردار پسند کرتے ہیں۔ اور ان کا یہی اختیار انہیں نباتات، جمادات اور حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

یہ بات سمجھ میں آئی نہیں

یہ بات سمجھ میں آئی نہیں
اور امی نے سمجھائی نہیں
میں کیسے میٹھی بات کروں؟
جب میں نے مٹھائی کھائی نہیں
آپی بھی پکاتی ہیں حلوہ
پھر وہ بھی کیوں حلوائی نہیں
یہ بات سمجھ میں آئی نہیں

جب نیا مہینہ آتا ہے تو
بجلی کا بل آ جاتا ہے
حالانکہ بادل بیچارہ
یہ بجلی مفت بناتا ہے
پھر ہم نے اپنے گھر بجلی
بادل سے کیوں لگوائی نہیں؟
یہ بات سمجھ میں آئی نہیں

کیوں لمبے بال ہیں بھالو کے؟
کیوں اس کی "ٹنڈ" کرائی نہیں؟
کیا وہ بھی "گندا بچہ" ہے؟
یا اس کے ابو، بھائی نہیں؟
یہ اس کا ہیئر اسٹائل ہے
یا جنگل میں کوئی نائی نہیں؟
یہ بات سمجھ میں آئی نہیں

نانی کے میاں تو "نانا" ہیں
دادی کے میاں بھی "دادا" ہیں
جب آپا سے میں نے پوچھا
"باجی" کے میاں کیا "باجا" ہیں؟
وہ ہنس ہنس کر یہ کہنے لگیں
"اے بھائی نہیں، اے بھائی نہیں"!
یہ بات سمجھ میں آئی نہیں

گر بلی شیر کی خالہ ہے
تو ہم نے اُسے کیوں پالا ہے؟
کیا شیر بہت نالائق ہے؟
خالہ کو مار نکالا ہے؟
یا جنگل کے راجا کے ہاں
کیا ملتی دودھ ملائی نہیں؟
یہ بات سمجھ میں آئی نہیں

جو تارے جھلمل کرتے ہیں
کیا ان کی چچی تائی نہیں؟
ہو گا کوئی رشتہ سورج سے
یہ بات ہمیں بتلائی نہیں!
یہ چندا کیسا ماما ہے؟
جب امی کا وہ بھائی نہیں!
یہ بات سمجھ میں آئی نہیں

شاعر: احمد حاطب صدیقی

نعت سید عالم ﷺ

از: تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں ازہری رحمہ اللہ

ترے دامن کرم میں جسے نیند آگئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے

مجھے کیا پڑی کسی سے کروں عرض مدعا میں
مری لو تو بس انہیں کے درِ جود سے لگی ہے

وہ جہان بھر کے داتا مجھے پھیر دیں گے خالی
مری توبہ اے خدا یہ مرے نفس کی بدی ہے

جو پئے سوال آئے مجھے دیکھ کر یہ بولے!
اسے چین سے سلاؤ کہ یہ بندۂ نبی ہے

اے نسیم کوئے جاناں ذرا سوئے بد نصیباں
چلی آ کھلی ہے تجھ پہ جو ہماری بے کسی ہے

ترا دل شکستہ اختر اسی انتظار میں ہے
کہ ابھی نوید وصلت ترے در سے آرہی ہے

منقبت

سیدۃ نساء العالمین سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا

از: حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ

ہے رتبہ اس لیے کونین میں عصمت کا عفت کا
شرف حاصل ہے ان کو دامنِ زہرہ سے نسبت کا

جو جانا خلد میں ہو پائے زہرہ سے لپٹ جائے
جسے کہتے ہیں جنت ملک ہے خاتون جنت کا

نبی کے دل کی راحت اور علی کے گھر کی زینت ہیں
بیاں کس سے ہو ان کی پاک طینت پاک طلعت کا

انہی کے ماہ پارے دوجہاں کے لاج والے ہیں
یہ ہی ہیں مجمع بحرین سر چشمہ ہدایت کا

بتول و فاطمہ زہرہ لقب اس واسطے پایا
کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا

تعالیٰ اللہ اس سعدین کے جوڑے کا کیا کہنا
کہ رحمت کی دلہن زہرہ ، علی دولہا ولایت کا

وہ چادر جس کا آنچل چاند سورج نے نہیں دیکھا
بنے گی حشر میں پردہ گنہگارانِ امت کا

اگر سالک بھی یارب دعوئ جنت کرے حق ہے
جو وہ زہرہ کی ہے یہ بھی تو ہے خاتونِ جنت کا



دینی معلومات

سوال-جواب کارنر

بچوں میں دینی شعور بیدار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں اسلامی معلومات فراہم کی جائیں، دینی واقعات، مذہبی ثقافت اور اسلامی تاریخ سے روشناس کرایا جائے۔ اگر بچے کم عمری ہی سے اسلامی تاریخ، ثقافت اور ادب کے موضوعات پر توجہ دیں گے تو ان کا مستقبل یقیناً پُر نور اور تابناک ہو گا۔

اس کالم میں چند سوالات اور ان کے جوابات شامل ہیں۔ طلبہ و طالبات سے گزارش ہے کہ ہر سوال کو اس کے درست جواب کے ساتھ ملا کر درج ذیل وہاٹس ایپ نمبر پر ارسال کریں۔ آپ کے درست جوابات آئندہ شمارے میں آپ کے نام کے ساتھ شائع کیے جائیں گے۔ (ادارہ) مدیر کا وہاٹس ایپ نمبر 27838463037+

سوالات

1 رمضان کا روزہ کس سن میں فرض ہوا؟
2 حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟
3 17 رمضان المبارک کونسا واقعہ رونما ہوا؟
4 سیدتنا عائشہ کے وصال کی تاریخ کیا ہے؟
5 سب سے پہلے کھیتی باڑی کا کام کس نے کیا؟
6 سب سے پہلے کشتی کس نے تیار کی؟
7 وہ کون سے صحابی ہیں جن کو جبرائیل نے سلام کہا؟
8 وہ کون سے صحابی ہین جن کی تنہا گواہی دو مردوں کے برابر ہے؟
9 وہ کون سے صحابی ہیں جن کی شکل جبرئیل تشریف لاتے تھے؟
10 21 رمضان کس عظیم صحابی کے وصال کی تاریخ ہے؟

جوابات

1: 17 رمضان المبارک 58 ہجری
2: حضرت نوح علیہ السلام
3: سیدنا علی
4: دس شوال دو ہجری
5: جبرئل علیہ السلام
6: حضرت آدم
7: حضرت دحیہ کلبی
8: حضرت خزیمہ
9: حضرت طلحہ
10: بدر

تشکر و تحسین

ماہنامہ الغوث (جنوری) کے سوال وجواب کارنر میں صحیح جوابات ارسال کرنے والے معزز قارئین کے اسما

شہباز حسین ابن امتیاز حسین

محلہ میواتی ٹولہ، سہسرام، ضلع روہتاس، بہار

شمیلہ اختری اصدقی

دھنباد، جھارکھنڈ

حافظہ آشا ترنم غوثی

محلہ باڑا، سہسرام، روہتاس، بہار

محمد آصف رضا

محلہ املی آدم خاں، سہسرام، روہتاس، بہار

سوال و جواب کے کارنر میں شرکت کرنے اور جوابات ارسال کرنے پر ہم آپ تمام کے ذوق علم اور شوق مطالعہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی آپ تمام کو حسنات وبرکات سے مالامال فرمائے اور خیر کثیر سے نوازے۔ آمین

(ادارہ)